عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۲۹ | ۸ تا ۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۰ء | شمارہ: ۳۹

موجودہ ملکی صورتحال اور اس کا حل

دینِ اسلام اور راہِ اعتدال

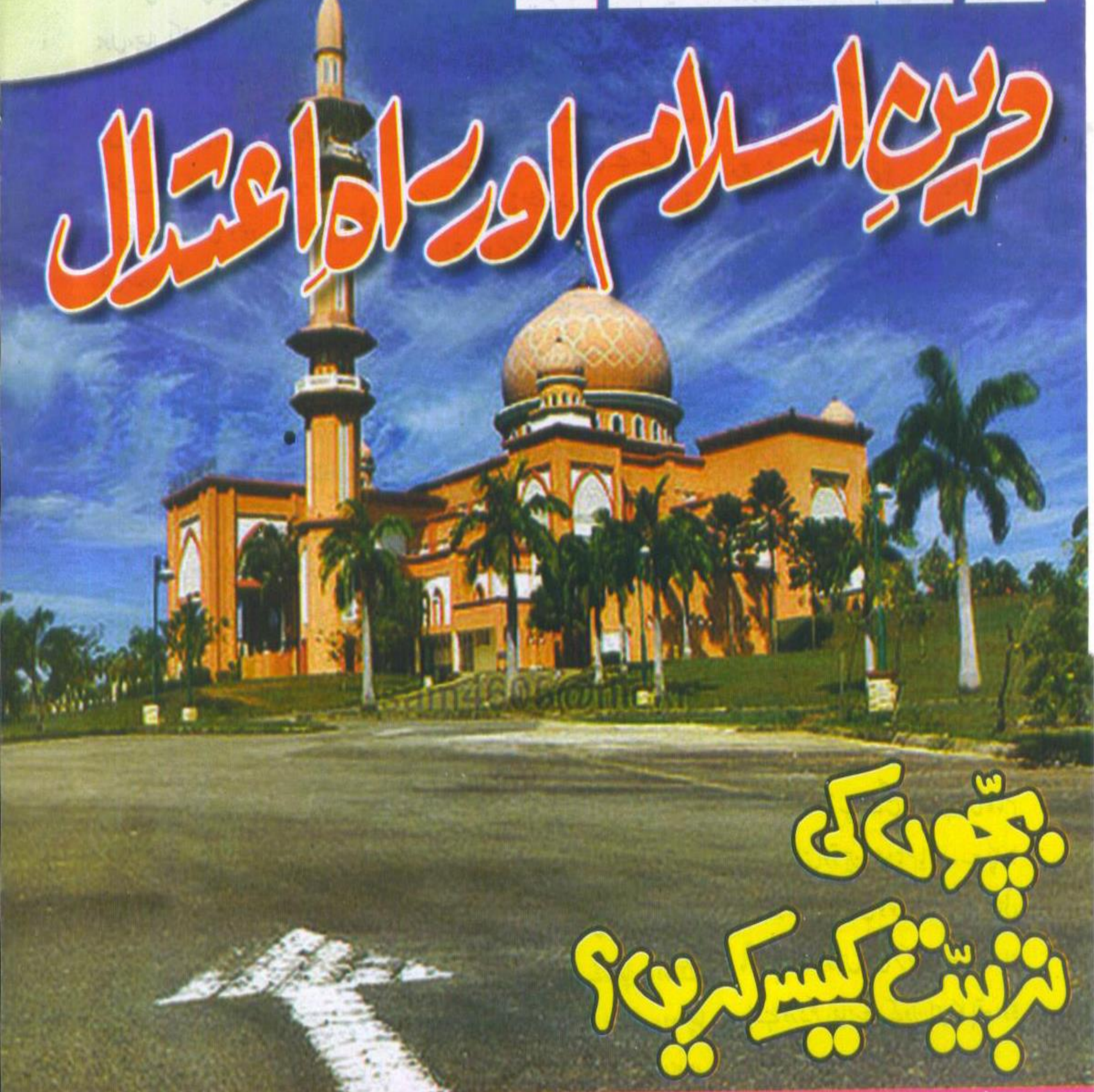

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری شہید

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

عادل حسن، کراچی

س:...... میں ایک انٹرنیشنل کمپنی میں ملازم ہوں، جہاں اکثریت مذہبی لوگوں کی ہے اور تقریباً ۹۰ فیصد لوگ باجماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں، مگر میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ یہاں اکثر لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہیں، جبکہ اسلامی طرز کا بیت الخلاء بھی موجود ہے۔ اسلام کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوال کا جواب دے کر راہنمائی فرمائیں: (۱) کیا پاکی قائم رہے گی؟ (۲) کیا نماز قبول ہوگی؟ (۳) ایسی صورت میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر کوئی معذوری نہ ہو اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کی جگہ ہو تو بیٹھ کر پیشاب کیا جائے، کیونکہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ایک تو خلاف سنت ہے، دوسرے انگریزوں کا طریقہ ہے، پھر اس سے عام طور پر بدن اور کپڑوں پر چھینٹے پڑتے ہیں، تو کپڑے اور بدن ناپاک ہوجاتے ہیں اور اس سے استنجاء بھی ٹھیک نہیں ہوتا، جب یہ ساری خرابیاں ہوں گی تو پھر نماز کا تو اللہ ہی حافظ۔

سرکاری ٹی اے ڈی اے کا حکم

عبداللہ خان، کوئٹہ

س:...... ایک سوال کے جواب میں آپ نے جو ارشاد فرمایا، اس کی روشنی میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ: جب سرکاری ملازم سرکاری کام کی غرض سے جاتا ہے تو حکومت کی اعلان کردہ مراعات سے کم میں گزارا کرکے کچھ پیسے بچاتا ہے جو وہ اپنی خوراک و دیگر ضروریات پر صرف کرتا ہے۔ اس طریقے پر کہ کم خرچ والے ہوٹل/سواری سے کچھ بچت کرتا ہے ورنہ سرکاری دی جانے والی ڈیلی الاؤنس جو ۲۰۰ سے ۳۰۰ روپے عموماً ہوتی ہے، میں گزارا کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس طریقے میں نہ تو سرکار کا کوئی نقصان ہوتا ہے، مراعات کی صورت یا کام کے ضمن میں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سرکار کا نہ تو فنانشل نقصان ہے اور نہ سرکاری کام کا۔ تو یہ بچت آپ صرف اپنی جان پر جبراً کرکے کرتے ہیں، پھر کس طرح ناجائز ہے؟ آپ مزید وضاحت فرمادیں۔ دوسری صورت میں آپ حکومت وقت کو مشورہ دیں کہ موجودہ پالیسی جس میں ہوٹل و دیگر رسیدات وغیرہ جو بل کی ادائیگی میں (مانگی جاتی ہیں) کو ختم کرکے فکس شرح کا اعلان کردے۔ چاہے ملازم جہاں مرضی رہے اور مرضی کی ٹرانسپورٹ استعمال کرے، اسے جعلی رسید نہ بنوانی پڑے، اسے فکس شرح ہی ملے گی۔

ج:...... اگر حکومت کی طرف سے یہ اعلان اور رعایت ہو کہ جو شخص سرکاری کام سے جائے گا اس کو یومیہ اتنا روپیہ دیا جائے گا چاہے وہ اچھے ہوٹل میں رہے یا خراب اور غریب میں، وہ اچھا کھانا کھائے یا ہلکا، اگر اس طرح کا اعلان ہو اور سرکاری ملازم اس رقم کو اپنی صوابدید پر خرچ کرے اور کچھ بچائے تو جائز ہے، لیکن سرکار نے اگر یہ اعلان نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ اخراجات کا بل بنا کر دیا جائے جو خرچہ ہوگا حکومت ادا کرے گی، پھر اگر کوئی شخص سستے ہوٹل میں رہ کر یا سستا کھانا کھا کر مہنگے ہوٹل اور مہنگے کھانے کا بل لے تو یہ ناجائز ہوگا اور یہی میں نے لکھا تھا، بہرحال آپ کی تجویز اچھی ہے کہ سرکار سفری اخراجات کے لئے ایک فکس رقم کا اعلان کردے، تاکہ کارکنان جھوٹ نہ بولیں اور حرام بھی نہ کھائیں۔ واللہ اعلم۔

نام بگاڑنا

غضنفر علی، واہ کینٹ

س:...... ہمارے دفتر میں ایک نہایت شریف آدمی ہے، کچھ آدمی اسے للو اور گونگلو کہتے ہیں۔ میں نے تفسیر قرآن میں پڑھا تھا کہ کسی کے نام کو بگاڑ کر بلانے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

ج:...... آپ نے صحیح پڑھا ہے، کسی کا نام بگاڑ کر اور اس کو توہین آمیز نام یا لقب سے پکارنا غلط اور گناہ ہے۔ ان لوگوں کو اس سے معافی مانگنا چاہئے اور اس بُری حرکت سے باز آجانا چاہئے ورنہ کل قیامت کے دن اس کا ہاتھ ہوگا اور ان کا گریبان۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۲۹ — ۸ تا ۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۰ء — شمارہ: ۳۹

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حج مبرور کی علامت	۵	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت ابوبکر صدیق سے حضورؐ کی محبت	۷	ترجمہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
دین اسلام اور راہ اعتدال	۱۰	محمد شفیق اعوان
موجودہ ملکی صورت حال اور اس کا حل	۱۵	ابن الحسین عابدی
بچوں کی تربیت کیسے کریں	۱۷	مولانا میر زاہد مکھیالوی
ایک اور کذاب	۱۹	عبدالقدوس محمدی
دجال کا فتنہ	۲۱	حافظ محمد حذیفہ جلال پوری شہیدؒ
مرزا قادیانی نے کیا کھویا کیا پایا؟	۲۳	وحید الرحمٰن اسعود چترالی
بُرے لوگوں کی دوستی خسارے کا باعث	۲۶	الشیخ عبداللہ البرنی المدنی

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

صحابہ کرامؓ کے زُہد کا بیان

آنحضرت ﷺ کے کریمانہ اخلاق

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے، یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چہرے سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا، اور کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے کسی ہم نشین کے آگے کئے ہوں۔" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲)

غرور و تکبر اور خود بینی کا انجام

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سے پہلی اُمتوں کا ایک شخص اپنے حلے میں اتراتا ہوا نکلا، پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور زمین نے اسے پکڑ لیا، چنانچہ وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲)

"حلہ" کہتے ہیں ان دو نئی چادروں کو جو پہلی بار پہنی جائیں۔ لباس پہن کر اترانا متکبرین کا شیوہ ہے، اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس لئے اس شخص کو اس کی خود پسندی، غرور اور تکبر کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ بندۂ مؤمن کو حق تعالیٰ کوئی نعمت (مثلاً: اچھا لباس) عطا فرمائیں تو اس کی نظر عطا کرنے والے مالک پر ہوتی ہے، خود اپنی ذات پر نہیں۔ اس لئے اس میں اس نعمت کی وجہ سے عجز و انکساری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور وہ اس بے استحقاق احسان و انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے، اس لئے وہ حق تعالیٰ کے مزید لطف و انعام کا مورد بنتا ہے۔ اور کافر و فاسق کی نظر اپنی ذات پر ہوتی ہے، اس لئے اچھا لباس پہن کر اس میں کبر و نخوت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے قہر و غضب کا مورد بنتا ہے، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ!

متکبروں کا انجام

"عمرو بن شعیب (بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص) اپنے والد (شعیب) سے، اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی مثل آدمیوں کی صورتوں میں اُٹھائے جائیں گے، ان کو ہر جگہ سے ذلت ڈھانک رہی ہوگی، ان کو جہنم کے ایک قید خانے کی طرف، جس کا نام "بولس" ہوگا، ہانک کر لے جایا جائے گا، ان پر ایسی آگ چھائی ہوگی جو "نارالانیار" کہلاتی ہے، انہیں پینے کو دوزخیوں کے زخموں کا دھوون اور کچ لہو ملے گا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲)

اس حدیث میں متکبرین کی سزا کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی ننھی منی جسامت میں اُٹھائے جائیں گے، مگر شکل انسانوں کی ہوگی، یہ ان کے تکبر کی سزا ہوگی کہ انہوں نے اپنے ذہن میں اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر چھوٹا اور ذلیل کر دکھائیں گے۔

"بولس" جہنم میں ایک قید خانے کا نام ہے، جس میں ان متکبروں کو محبوس کیا جائے گا اور جس کی طرف انہیں مویشیوں کی طرح ہانک کر لے جایا جائے گا۔ "بولس" کا مادّہ "بلس" ہے جس کے معنی غم و اندوہ، عجز و تحیر اور پشیمانی و ناامیدی کے ہیں، امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"ابلاس کے معنی ہیں: وہ غم جو شدید گرفت کی وجہ سے لاحق ہو... جس شخص کو یہ حالت پیش آئے چونکہ وہ بسا اوقات سکوت کو لازم پکڑ لیتا ہے اور شی بھول جاتا ہے، اس لئے "ابلس فلان" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ خاموش اور لاجواب ہوجائے۔" (مفردات القرآن، مادّۃ بلس)

اس جہنمی قید خانے کا نام "بولس" شاید اسی مناسبت سے رکھا گیا کہ ان پر شدتِ عذاب کی وجہ سے غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے، وہ ہر طرح عاجز و لاچار ہوں گے، اور ان پر حیرت و پشیمانی کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے ناامیدی کی کیفیت طاری ہوگی۔ نعوذ باللہ!

"نَارُ الْاَنْیَار" کا لفظی ترجمہ ہے: "آگوں کی آگ" یعنی وہ آگ جو دُنیا جہان کی آگوں کو اس طرح کھا جائے جس طرح آگ لکڑی وغیرہ کو جلا کر خاکستر کردیتی ہے۔ "بولس" کے قید خانے میں ان متکبرین پر یہ آگ سر سے پاؤں تک مشتعل ہوگی، اور جب وہ پینے کو کچھ مانگیں گے تو دوزخیوں کے زخموں سے رسنے والے کچ لہو، پیپ اور غلیظ مادّے سے ان کی تواضع کی جائے گی، جس کا نام "طِیْنَۃُ الْخَبَالِ" ہوگا، "خبال" اس فساد کو کہتے ہیں جو جنون اور عقل و فکر کے اختلال کا موجب ہو۔ (مفردات راغب) اس غلیظ مادّے کا نام... واللہ اعلم... شاید اس لئے رکھا گیا کہ اس کے پیتے ہی ان لوگوں پر اضطراب و بے چینی کی کیفیت طاری ہوجائے گی، ان کی عقل و فکر اور ہوش و حواس میں اختلال و فساد پیدا ہوجائے گا، اور ان سے مجنونانہ حرکتیں صادر ہونے لگیں گی۔

صحیح مسلم (ج:۲ ص:۱۶۷، باب بیان ان کل مسکر حرام) میں یہی سزا نشہ آور چیز پینے والے کیلئے آئی ہے:

"بے شک اللہ کے ذمے عہد ہے اس شخص کے لئے جو نشہ آور مشروب پیتا ہے کہ اس کو "طینۃ الخبال" میں سے پلائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا عرق یا دوزخیوں (کے زخموں) کا نچوڑ۔" ☆☆

اداریہ

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

حج مبرور کی علامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حج کے معنی ہیں: کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں حج کہتے ہیں: مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا طواف اور مقام عرفات میں قیام، ان خاص طریقوں سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں اور اسی خاص زمانہ میں جو شریعت سے منقول ہے۔

حج اسلام کی اہم ترین عبادت اور اسلام کا عظیم شعار ہے، جو بدنی اور مالی دونوں عبادتوں پر مشتمل ہے جو حضرات صحت اور مال دونوں نعمتوں سے مالا مال ہیں، ان کے لئے زندگی میں ایک بار بیت اللہ کا حج فرض ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ... حج اور عمرے پے درپے کرو، اس لئے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی سونے، چاندی اور لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے اور حج مقبول کا ثواب جنت ہے... پر عمل کرکے اپنے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی کا حصول اور گناہوں سے پاک وصاف ہونے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے بھی شریعت نے ہر سال حج کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ہاں جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج میں تاخیر کرتے ہیں وہ شریعت کی نظر میں گناہ گار ہیں اور اگر حج کی فرضیت کا سرے سے کوئی انکار کرتا ہے تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حج دین کے ان پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جن پر اسلام کے عقائد واعمال کی پوری عمارت استوار ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں حضرت شعبہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک حج کا سلسلہ بند نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۱۷)

قابل صد مبارک باد ہیں وہ حجاج کرام کہ جن کا حج، حج مبرور ہو، جس کی جزا جنت ہے۔ رہا یہ سوال کہ حج مبرور کی علامت اور تعریف کیا ہے، اس میں علمائے کرام کے کئی اقوال ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱:... حج مبرور وہ حج ہے جس میں حج کے مسائل اور اس کے مناسک پر پورے طور سے عمل ہوا ہو، مکمل طور پر اسے ادا کیا گیا ہو، یہ اسی وقت ہوگا جب حج کی ادائیگی شریعت اور سنت کی روشنی میں ہوگی، اپنی من مانی اور رخصتوں کو گنجائشوں کو تلاش کرکے خلاف سنت نہ کیا گیا ہو، نہ دم اور صدقہ واجبہ سے تلافی کی گئی ہو۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''الحج الذی وفیت احکامہ، ووقع

موقعاً'' (فتح الباری، ج:۳،ص:۲۹۸)

۲:... حج مبرور وہ حج ہے، جس میں ریا اور شہرت نہ ہو: ''الذی لا ریاء ولا سمعة فیه ''(شرح لباب:ص:۲۹، مرقاۃ:۶/۹۶) یعنی حج میں یہ نیت نہ ہو کہ لوگ جان لیں تاکہ مجھ کو اچھا سمجھیں، لوگوں کو معلوم اور ظاہر ہو جائے کہ میں حج کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، لوگ میرے معتقد ہو جائیں۔ مجھے حاجی کہیں۔ اس سے آج کل عوام کا بچنا بہت مشکل ہو رہا ہے.....

۳:... حج مبرور وہ ہے، جو قبول ہو جائے۔''الحج المبرور المقبول۔'' (فتح الباری، ج:۳،ص:۲۹۸)

ظاہر ہے کہ حج میں مقبولیت کی شان اسی وقت پیدا ہوگی۔ جب اس میں حرام یا ملا جلا مال یا مشتبہ مال نہ لگایا ہو، خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو، تقویٰ، خوف خدا شریعت اور سنت کے طریقہ پر کیا گیا ہو۔

۴:... حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ شامل نہ ہو۔''الحج المبرور الذی لا یخالطه شی ء من المأثم''

(عمدۃ:۹/۱۳۳، شرح الباب:۲۹)

یعنی حج کے امور میں ایسی کوئی کمی، کوتاہی نہ ہوئی ہو جس سے گناہ ہوا ہو، جس کی تلافی دم یا صدقہ واجبہ سے کی گئی ہو، یا یہ کہ حج میں عام گناہ جیسے بدنگاہی، بے پردگی، غیبت، ایذا رسانی، لڑائی جھگڑا وغیرہ یا جو گناہ غفلت اور نفس کی وجہ سے ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ ہوئے ہوں، یہ بھی بڑی ہمت اور عزیمت کی بات ہے۔ عموماً عورتیں پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں، جس کی وجہ سے مبرور سے محروم ہو جاتی ہیں۔

۵:... حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد گناہوں سے بچتا ہو، گناہوں کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، یعنی پہلے کے مقابلہ میں اس میں احتیاط پیدا ہوگئی ہو، چونکہ گناہ کی سزا مواخذہ اور مبرور کی جزا جنت دونوں میں تضاد ہے۔''الذی لا یعقبه معصیة۔''

۶:... حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد اس کے حالات پہلے سے بہتر ہوگئے ہوں۔ تقویٰ اور نیکی کے امور میں زیادتی ہوگئی ہو۔ (معارف السنن، ج:۶،ص:۲۳۲)

اعمال حسنہ اور ذکر عبادات وغیرہ پہلے سے زائد ہو رہے ہوں، آخرت کے اعمال میں زیادتی ہو۔''من علامات القبول انه اذا رجع یکون حاله خیراً ماکان۔''(معارف السنن، ج:۶،ص:۲۳۲)

''فان رجع خیراً مما کان عرف انه مبرور۔'' (فتح الباری، ج:۳،ص:۲۹۸)

۷:... حج مبرور وہ ہے، جس میں حج کے بعد دنیا سے زہد، بے پرواہی اور آخرت کی جانب رغبت ہو،''ان یرجع زاهداً فی الدنیا راغباً فی الآخرة۔'' (القریٰ،ص:۳۴، شرح الباب،ص:۳۰)

یہ تمام حوالہ جات کتاب:''رسول اللہ کا طریقہ حج''ص:۴۳ تا ۴۶، مولفہ: مولانا مفتی ارشاد القاسمی جونپوری سے کسی قدر کمی واضافہ کے ساتھ لئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام حجاج کرام کو حج مبرور کی سعادت نصیب فرمائیں اور حج کرنے پر جن انعامات وفضائل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے، ان کا مستحق ومورد بنائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر نورالدین عتر حفظ اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ترجمہ: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ (اس کی اصل صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مختصر روایت ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ آپ ہیں، تو انہوں نے فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے، مجھ سے جس نے بھی مقابلہ کیا تو میں نے اس سے بدلہ لیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ بہادر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، ہم نے غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سائبان بنایا اور ہم آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آج کون ہوگا، تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ کی طرف نہ آسکے! پس بخدا ہم میں سے ابوبکر کے سوا کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں گیا۔ وہ تلوار تانے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے ہوگئے، اور جو مشرک بھی آپ کی طرف آتا، آپ اس کے سامنے کھڑے ہوجاتے۔ یہ سب لوگوں میں زیادہ بہادر ہیں۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے قریش کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا ہوا ہے، کوئی آپ کو مار رہا ہے کوئی برا بھلا کہہ رہا ہے، کوئی دھکے دے رہا ہے اور کہہ رہے ہیں: تو نے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود چن لیا ہے؟ پس بخدا ہم میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں آیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، وہ آئے اور کسی کو مار رہے ہیں، کسی سے لڑ رہے ہیں اور کسی کو دھکا دے رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں: تم ہلاک ہوجاؤ تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟!

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر سے چادر اتاری اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے بتاؤ کہ فرعون کے خاندان کا مؤمن بہتر ہے یا ابوبکر؟ لوگ خاموش ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا ابوبکر کی ایک گھڑی فرعون کے خاندان کے مؤمن سے زمین بھر جائے ان سے بہتر ہے، کیونکہ فرعون کے خاندان کے شخص نے ایمان چھپا رکھا تھا اور ابوبکر وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچھ لوگ آپس میں تبصرہ کررہے تھے، جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ فرمانے لگے: بخدا ابوبکر کی ایک رات آل عمر سے بہتر ہے اور ابوبکر کا ایک دن آل عمر سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھر سے نکلے اور غار کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر بھی اور وہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور کبھی آپ کے پیچھے چلتے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے اور فرمانے لگے: اے ابوبکر! کیا بات ہے کبھی آپ میرے پیچھے اور کبھی میرے آگے چلتے ہیں؟ تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمارا پیچھا کوئی نہ کررہا ہو تو میں پیچھے چلتا ہوں اور کبھی سوچتا ہوں کہ کوئی آگے تاک لگائے نہ بیٹھا ہو تو آپ کے سامنے چلتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر کوئی چیز ہو تو کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ میرے سامنے آجائیں؟ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے پھر جب وہ دونوں غار کے پاس پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ذرا ٹھہر جائیں تاکہ میں آپ کے لئے غار کو صاف کردوں، ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور اسے صاف کیا، بعد میں انہیں خیال آیا کہ ایک سوراخ بند نہیں کیا، تو عرض کیا: یا رسول اللہ آپ ذرا ٹھہریں میں اسے بند کردوں، پھر وہ غار میں داخل ہوئے اور اس سوراخ کو بند کرکے عرض کیا: یا رسول اللہ! تشریف لائیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ رات آل عمر سے بہتر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی ان اوصاف کے ساتھ اپنی قوم میں مشہور تھے کہ: وہ

غریبوں کی مدد کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، بے نواؤں کا سہارا تھے، مہمان نوازی کرتے تھے اور آسمانی آفات میں مدد کرتے تھے، جاہلیت میں بھی کسی گناہ میں ملوث نہیں ہوئے، نرم دل تھے، کمزوروں کے ساتھ نہایت رحم دل، یہ صفات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تھیں، لہذا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوں اور مردوں میں آپ کے دین پر ایمان لانے والے پہلے مرد ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت بہت پُرتاثیر تھی آپ تاجر تھے اور تجارت کی وجہ سے لوگوں میں جان پہچان تھی تو آپ نے ایمان لانے کے بعد ایمان کی دعوت شروع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلانے لگے، اس لئے بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے ایمان لے آئے، جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم جیسے حضرات تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ کے دین کی خدمت کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تھے، غلاموں کو آزاد کرتے، آپ نے بہت سے غلاموں کو آزاد کیا، جن میں حضرت بلال بن ابی رباح، عامر بن فہیرہ، اُم عُبیس، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی بیٹی، بنومؤمل کی باندی وغیرہ کے نام مشہور ہیں، جس کی وجہ سے آپ کو لوگ "واھب الحریات" آزادیاں دینے والے اور "محرر العبید" غلاموں کو آزاد کرنے والے کے القاب سے یاد کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے اپنا مال خرچ کیا، اور ہجرت کے سفر میں تو اپنا سارا مال اپنے ساتھ رکھ لیا تھا، اس کے بعد بھی جب بھی مال خرچ کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا تو آپ دوسروں سے سبقت لے جاتے اور کتنے ہی ایسے مواقع آئے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنا سارا مال خرچ کر ڈالا اور گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نام کو چھوڑا۔

اور ان تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہوتی تھی اور آپ ہی کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ٥ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ٥ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ٥ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى٥" (الیل:۱۷تا۲۱)

ترجمہ:۔"اور بچادیں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا بدلہ دے مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہوگا۔"

اور جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تو سورۃ لقمان کی بعض آیات نازل ہوئیں جن میں ایک آیت یہ بھی ہے۔

"وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔" (لقمان:۱۵)

ترجمہ:۔"اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف۔"

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ محبوب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"ابوبكر سيدنا، وخيرنا، و احبنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم"

ترجمہ:۔"ابوبکر ہمارے سردار ہیں، اور ہم میں سب سے بہتر ہیں۔ اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل تھی صحیح اور مشہور حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری خطبے میں یہ فرمایا:

"إن عبداً خيره الله بين أن يؤتيه من زهرة الدنيا ماشاء و بين ماعنده، فاختار ماعنده"

ترجمہ: ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ یا دنیا کی زیبائش میں سے جو چاہے اسے دے دے یا جو اللہ کے ہاں ہے وہ اسے مل جائے تو اس بندہ نے جو اللہ کے پاس ہے اسے پسند کرلیا ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے اور کہنے لگے:

"فديناك يا رسول الله بآبائنا و أمهاتنا"

ترجمہ:۔"یارسول اللہ! ہمارے باپ اور مائیں سب آپ پر قربان ہوجائیں۔"

تو راوی کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ بزرگ کیوں رو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے، پھر پتا چلا کہ جس بندہ کو اللہ نے اختیار دیا ہے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم سے زیادہ آپ کی معرفت حاصل تھی۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مامن الناس أحد أمنّ إلینا فی صحبتہ وذات یدہ من ابن أبی قحافۃ، ولو کنت متخذا خلیلاً لاتخذت ابن أبی قحافۃ خلیلاً ،وفی روایۃ اباہکر"۔

ترجمہ:۔"لوگوں میں سے کسی شخص کا رفاقت اور مال میں مجھ پر اتنا احسان نہیں جتنا کہ ابوبکر کا مجھ پر ہے ,اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابن ابو قحافہ کو اپنا خلیل بناتا ، اور ایک روایت میں (ابن ابوقحافہ کے بجائے ابوبکر ہے)۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا:"ہم پر جس کسی کا بھی احسان ہے ہم نے اس کا بدلہ اسے دے دیا،سوائے ابوبکر کے، کہ اس کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عطا فرمائیں گے ,اور جتنا کہ ابوبکر کے مال نے مجھے فائدہ پہنچایا اتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے آخر میں فرمایا:ابوبکر کے تاقچے کے علاوہ کسی کا دروازہ مسجد میں کھلا نہ رکھا جائے,اور ایک روایت میں ہے کہ:"ابوبکر کے دروازہ کے علاوہ کسی کا دروازہ نہ رکھا جائے، کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے ,کہ صرف ان کا تاقچہ باقی رکھا جائے اور خوخہ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو براہ راست مسجد نبوی میں کھلتا تھا، لہٰذا اسے باقی رکھا گیا، کیونکہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی ,تاکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی کرسکیں ,حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اشارہ کرنے والی احادیث بہت ہیں ,اور ان کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا اجماع ہے۔

☆☆..............☆☆

فہم حدیث

انتخاب :صوفی محمد اقبال قریشی

بدعملی اور بے عملی کا علاج:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"انما شفاء العی السوال"

ترجمہ:"بے شک بیماری (نادانی) کی شفاء پوچھنا ہی ہے۔"

حدیث کے تین اجزاء ہیں اور ہر ایک میں جدا گانہ فائدہ ہے اور ہر فائدہ میں ایک علم مستقل ہے چنانچہ اول فائدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء کی اضافت جہل کی طرف فرمائی ہے جس سے جہل کا مرض ہونا معلوم ہوگیا۔لوگ عموماً امراض جسمانی کو تو مرض سمجھتے ہیں مگر امراض روحانی کو مرض نہیں سمجھتے چنانچہ باطن میں کتنے ہی امراض ہوں یہی کہتے رہتے ہیں الحمدللہ اچھا ہوں یہ جہل بھی ایک مرض ہے اور مرض بھی شدید بلکہ اشد کیونکہ امراض جسمانی کا انجام تو صرف ہلاک دنیوی ہے بخلاف مرض روحانی کے کہ اس کا انجام ہلاک اخروی ہے جو یا ابدی ہے یا غیر آبدی ہے وہاں تو ایک دن کی سزائے قید ہزار برس کے برابر ہے:

"بے شک ایک دن آپ کے رب کے نزدیک ایک ہزار سال کی طرح ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔"

اور بروئے حدیث وہاں کی آگ یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ ہے جب اسی آگ کی برداشت نہیں ہوسکتی تو اس کی کیسے ہوگی؟

پس بے علم دو گناہوں کا مرتکب ہے:

ا:......بے عملی۔ ۲:......عملی گناہ کا۔

پس دو گناہ زیادہ ہیں یا ایک گناہ؟ دو گناہ یقیناً زیادہ ہیں البتہ جاننے والے کا عملی گناہ نہ جاننے والے کے عملی گناہ سے اشد ہوگا مگر جاننے والا بے علمی کے گناہ سے محفوظ ہوگا اور جاہل بلا عذر کو بے عملی کا گناہ بھی ہوگا لیکن لوگ بدعملی کو تو گناہ سمجھتے ہیں لیکن اختلال فی العلم یعنی ترک علم کو گناہ ہی نہیں خیال کیا جاتا مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اس کے مسائل نہیں سیکھتا تو اس کو کوئی گناہ نہیں جانتا۔ پس ایک فائدہ تو حدیث شریف میں لفظ شفاء سے مستنبط ہوا کہ جہل مرض ہے۔

دوسرا فائدہ لفظ سوال سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے علم کے سوال فرمایا بوجہ شفقت کے کہ تم سوال کرکے سبکدوش ہوجاؤ گے خواہ علم حاصل ہو یا نہ ہو مثلاً کسی سائل نے مسئلہ پوچھا لیکن مسئول عنہ نے جواب نہ دیا یا غلط جواب دیا پس اگر علم فرماتے تو شفا ہونے کا حکم ان صورتوں میں شامل نہ ہوتا اور اب لفظ سوال ارشاد فرمانے میں تینوں صورتوں کو یہ حکم شفاء شامل ہوگیا اور حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک یہ شخص شفا یابوں میں شامل ہوگیا۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کو تاکید فرمائی کہ سائل کو ضرور جواب دو بشرطیکہ وہ عمل کیلئے سوال کرتا ہو چنانچہ ارشاد ہے:

"جس شخص سے کوئی ایسی علمی بات پوچھی جائے جسے وہ جانتا ہو لیکن وہ اس کو چھپالے تو اس کو دوزخ کی لگام ڈالی جائے گی۔"

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح جواب دینے کی بھی تاکید فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

"جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔"

تیسرا فائدہ حدیث میں ہے کہ قادر بقدرت غیر قادر نہیں اور یہ کہ انسان امور اختیاریہ کا مکلف ہے نہ کہ غیر اختیاریہ کا سبحان اللہ ذرا سے جملے میں کتنے علوم بھرے پڑے ہیں کہ مسائل ضرور یہ دریافت کیا کرو سوال کرتے کرتے بہت سے مسائل یاد ہوجائیں گے اور دقت بھی نہ ہوگی اور اصل مرض بدعملی اور بے عملی کی جڑ بھی کٹ جائے گی دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابیں پڑھنے کو واجب نہیں فرمایا بلکہ بے حد سہولت کردی۔

دینِ اسلام اور راہِ اعتدال

محمد شفیق اعوان

اس کارخانۂ قدرت میں سب سے مؤثر وفعال عنصر انسان ہے، اس عالمِ امکان کے سارے ہنگامے، نو بہ نو حسن آفرینیاں اور جہانِ رنگ و بو کے سارے نقش و نگار اس کے وجود کے کرشمے ہیں۔

عقل واختیار کی دولت سے مالا مال اور اللہ تعالیٰ کے قول:

''ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا'' (بنی اسرائیل:۷۰)

''انی جاعل فی الارض خلیفة''۔ (بقرہ:۳۰)

جیسے بڑے بڑے تمغوں کا تن تنہا مالک یہ انسان بھی دوسری مخلوقات کی طرح ''الا له الخلق والامر'' (اعراف:۵۴) کے تکوینی نظامِ طاعت کا پابند ہونے کے ساتھ ساتھ تشریعی احکام کا بھی پابند ہے، انسان کو ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' قرار دینے کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ تصرف واستفادہ میں آزاد نہیں بلکہ محکوم و نائب ہے۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات افراط وتفریط کے درمیان ایک معتدل شریعت ہے، جس میں نہ بالکل کھلی چھوٹ ہے اور نہ ہی بالکل مواخذہ ومطالبہ ہے۔ اسلام انسان کو اجازت دیتا ہے کہ وہ فکر سے کام لے کر جس چیز کو چاہے اپنے قبضۂ قدرت میں لائے مگر اسے اخلاقی ذمہ داری کا پابند بناتا ہے کہ وہ فکری آزادی سے وہ کام لے جو دوسروں کیلئے مفید ہو اور اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کے لئے کائنات کی سب چیزیں مسخر کرنے کا ذکر کیا ہے وہاں ''لکم'' کی قید لگائی ہے، یعنی یہ تسخیر فائدہ اٹھانے اور پہنچانے کے لئے ہے، نہ کہ نقصان اور ضرر پہنچانے کے لئے۔ لہٰذا وہ تمام صنعتیں اور فیکٹریاں ممنوع ہوں گی جن سے نسلِ انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو۔ ایسی تمام نشہ آور اشیاء ممنوع ہوں گی جن سے انسان کی عقل وفکر متاثر ہوتی ہو، اسی سے فیملی پلاننگ کا مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کسی کے آنے جانے، کھانے پینے اور کاروبار کرنے پر اس وقت تک پابندی نہیں لگاتا جب تک اس کی کوئی بنیادی قدر مجروح نہ ہوتی ہو یا کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو جائز لذتوں سے لطف اٹھانے کی دعوت دیتا ہے مگر دوسری طرف ''لا تسرفوا'' (یعنی دائرہ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھنے) کی بھی تاکید کرتا ہے، نفسِ انسانی میں لذتوں پر جھک پڑنے کا قدرتی میلان موجود ہے، عوام کی گمراہی کا نام فسق ہے اور خواص جب گمراہ ہوتے ہیں تو رہبانیت کے گڑھے میں جا پڑتے ہیں مگر اسلام لذتوں پر جھک پڑنے کا نام فسق اور لذتوں سے بالکل کنارہ کش ہونے کا نام رہبانیت رکھتے ہوئے دونوں سے منع کر کے راہِ اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام میں ہر انسان کی بنیادی ضروریات یعنی دین، جان، نسل، مال اور عقل کی حفاظت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، موافقات شاطبی (ج:۴، ص:۴۴) میں ایک اصول مذکور ہے کہ ''مجموع الضروریات خمسة: حفظ الدین، والنفس، والنسل، والمال، والعقل'' اس اصول کے تحت ہر ایسا طریقہ اختیار کرنے سے اسلام روکتا ہے جس سے انسان کے دین و مذہب جان و مال اور نسل وعقل کو نقصان پہنچتا ہو۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے فکر و خیال کی آزادی ہو، اس کی جان، اس کی عزت وآبرو اور مال محفوظ ہو، اس نقطۂ نظر سے آپ اسلام پر نظر ڈالیں گے تو ان حقوق کے ادا کرنے میں اسلام کا سینہ دنیا کے دوسرے دنیوی و مذہبی نظاموں سے زیادہ کشادہ نظر آئے گا۔ اگر آپ ایک طرف یونائیٹڈ نیشن (UNO) کا منشور پڑھیں اور پھر نبی کریم ﷺ کے آخری حج یعنی حجۃ الوداع کا خطبہ پڑھیں تو ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

اسلام بے سوچے سمجھے کسی کو ماننے پر مجبور نہیں کرتا، حتی کہ بنیادی عقائد توحید و آخرت جن کو اصول مسلمہ کی طرح مان لینا چاہئے، ان کیلئے بھی اسلام عقلی دلائل فراہم کرتا ہے۔ اسلام ہر شخص کو دنیا میں اس بات کی آزادی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر چلتا ہے یا غلط عقیدہ قائم کر کے چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں پر بھٹکتا

پھرے، بہرحال اس دنیا میں اسے کوئی نظریہ یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔" (بقرہ:۲۵۶)

ترجمہ:..... "دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بھلائی اور گمراہی دونوں واضح ہوچکی ہیں"۔

اسلام نے محض حریت عقیدہ کا نظریہ پیش نہیں کیا ہے بلکہ عملی اور قانونی طور پر اس کی حفاظت بھی کی ہے۔ فقہ کا قاعدہ ہے کہ "امرنا بترکھم وما یدینون" یعنی ہمیں کفار اور ان کے دین کو چھوڑنے یعنی مجبور نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کسی کافر کو جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا۔

حضرت ریحانہؓ جو بنو قریظہ کی جنگ میں گرفتار ہوکر نبی کریم ﷺ کی ملک میں آئیں، حضور ﷺ نے انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہوئیں، چنانچہ امام طبریؒ اپنی تاریخ کی کتاب میں فرماتے ہیں:

"وقد کانت حین سباھا تعصبت بالاسلام و کانت یھودیۃ فلم یکرھھا حتی اسلمت من تلقاء نفسھا"

نیز اہل نجران اور مدینہ کے یہودیوں کو مذہبی آزادی اور جان و مال کی حفاظت کی تحریر عطا فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتا۔ ہاں اسلام کی دعوت دینے کو جائز قرار دیا ہے تو بھی وہ دعوت عمدہ پیرائے میں ہو اور اخلاق حسنہ کی بھی شرط لگائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ" (نحل:۱۲۵)

ترجمہ: اور بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ۔

اسلام کو سختی اور تنگ نظری کا طعنہ دینے والوں کا زیادہ تر نشانہ جہاد ہوتا ہے کہ جہاد کا مطلب غیر مسلموں کو مسلمان ہونے پر مجبور کرنا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جہاد کا مقصد امن عامہ اور عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا اور فساد و ظلم کو ختم کرنا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر جب موذی مرض اور بدنی فساد کو ختم کرنے کیلئے آپریشن کرے تو کوئی اسے سختی نہیں سمجھتا بلکہ اس کی تحسین کرتا ہے مگر جب اسلام امن عامہ کی بحالی اور فساد فی الارض کے خاتمے کیلئے جہاد کا حکم دیتا ہے تو وہ سب کو سختی اور ظلم نظر آتا ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ اسلام کو تنگ نظری اور سختی کا طعنہ دینے والے وہ ہیں جن کے ہاں حق، قوت و طاقت کا نام ہے، جن کے ہاں طاقتور ہر قسم کے حق کا مالک ہے اور کمزور کے سارے حقوق طاقتور کے لئے مباح ہیں، جن کے ہاں "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون رائج ہے اور جن کے ظلم کے سامنے خود ظلم بھی شرما جائے اور جن کے ہاں انصاف عنقاء ہے:

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

روشن خیال اور تجدد نواز (جو جاہلیت فرنگ سے مرعوب افراد کا دوسرا نام ہے) اسلامی سزاؤں کو سخت اور انسانی حقوق کے خلاف کہہ کر اسلام کو بدنام کرنے اور یہود و نصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہونے کا مصداق ہیں، کیونکہ خود شریعت موسویہ اور عیسویہ میں بھی ایسی ہی سزائیں مقرر رہی ہیں، حتیٰ کہ تورات میں چور کو قتل کرنے اور زانی کو رجم کرنے کا حکم بھی ملتا ہے، شریعت موسویہ میں بھی نقب زن کی جان سے امان اٹھ جاتی ہے، کوئی اسے قتل کردے تو اس سے بدلہ نہ لیا جائے گا۔

تورات میں ہے کہ:

"اگر چور سیند مارتے ہوئے دیکھا جائے اور اسے کوئی مار بیٹھے اور وہ مرجائے تو اس کے لئے خون نہ کیا جائے گا۔" (خروج:۲۲:۲)

موجودہ تورات میں اتنے تحریفی انقلابات کے باوجود بھی حکم قصاص ان الفاظ میں موجود رہ گیا ہے:

"اگر وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوجائے تو جان کے بدلہ میں جان لے اور آنکھ کے بدلہ میں آنکھ، دانت کے بدلہ میں دانت"۔ (خروج۲۱:۲۳_۲۵)

تورات میں ایک جگہ نقب زن کے قتل کا بھی حکم ملتا ہے:

"اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں بنی اسرائیل میں سے کسی کو چرانے میں پکڑا جائے اور اس کا بیوپار کرے یا اسے بیچ ڈالے تو چور مار ڈالا جائے اور تو شر کو اپنے درمیان سے دفع کر۔" (استثناء۲۴:۷)

نیز رجم کا حکم تو تورات و انجیل دونوں میں ہی موجود ہے، چنانچہ تورات میں ہے کہ:

"اگر یہ بات سچ نکلے اور لڑکی کے کنوارے پن کی نشانیاں پائی نہ جائیں تو وہ اس لڑکی کو اس کے ماں باپ کے گھر کے باہر دروازہ پر نکال لائیں اور اس کی بستی کے لوگ اس پر پتھراؤ کریں کہ وہ مرجائے۔" (استثناء۲۲:۲۱_۲۳)

انجیل میں ہے کہ:

"توریت میں موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو حکم دیا کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کردیں تو ایسی عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟" (یوحنا۸:۴،۵)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی

سزائیں جن پر یہ روشن خیال اور اہل مغرب اعتراض کرتے ہیں وہ تو شریعت موسویہ وعیسویہ میں بھی رہی ہیں اور ویسے بھی مجرمین کی سزا کا سخت ہونا مطلوب اور حکمت کے عین موافق ہے، تاکہ سزا کا مقصد اصلی ”نکال“ یعنی عبرت حاصل ہو، پھر عبرت وموعظت کے لئے سزاؤں کا محض جسمانی حیثیت سے سخت اور تکلیف دہ ہونا بھی کافی نہیں ہے رسوائی، دماغی وقلبی تکلیف کا پہلو بھی ان میں نمایاں ہونا چاہئے۔

اسلامی فلسفہ تعزیر میں یہ بھی خوبی ہے کہ سزا کے تجویز کرنے میں دو بڑے پہلو پیش نظر رہتے ہیں:

۱.....ایک انتقامی یعنی مظلوم یا مستغیث کے جذبات کی تسکین۔

۲.....دوسرے انتظامی یعنی آئندہ کے ممکن مجرموں کی حوصلہ شکنی۔ تو یہ ساری چیزیں سزا کو سخت تو بناتی ہیں مگر ان میں فوائد بھی ہیں، لہٰذا سختی کا اعتراض بے جا ہے۔

نیز یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے، وہ جس جرم کی جو سزا مقرر فرمائے، اس کی مرضی ہے کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا اور اللہ تعالیٰ کا حکم حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوتا ہے تو حاصل یہ ہے کہ سزاؤں کا سخت ہونا درحقیقت کوئی قابل اعتراض ہے ہی نہیں کہ ان پر انگلی اٹھائی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت عدالت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ سزاؤں میں کچھ سختی ہو تبھی تو عدل وانصاف قائم ہوگا، ان تمام عقلی اور قیاسی دلائل کے باوجود بھی ممکن ہے کچھ لوگ سزاؤں کی ان سختیوں پر چیں بجبیں ہوں تو ان سے گزارش ہے کہ ساری عقلی اور قیاسی بحثوں سے قطع نظر صرف عملی اور تجرباتی حیثیت سے ہی دیکھ لیں کہ جن ملکوں نے اپنے ہاں قانون نرم کرکے سزائیں ہلکی کردی ہیں، ان کے ہاں بدامنی اور جرائم کا کیا حال ہے؟ اور جن کے ہاں اب تک اسلامی تعزیرات وحدود کا نفاذ جاری ہے وہاں کا کیا حال ہے؟ یہی فرق بھی ان معترضین کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے۔

دین اسلام کو عبادات واحکام کے اعتبار سے بھی اگر دیکھا جائے تو دین اسلام میں سہولت اور آسانی ہی ہے، اس کے احکام میں عزائم بھی ہیں اور رخصتیں بھی، جو اعمال رخصت ہیں ان میں تو سہولت ہے ہی اور جو اعمال عزیمت ہیں، ان میں بھی چونکہ میانہ روی اور اعتدال کی رعایت ہے، اس وجہ سے یہ کہنا درست ہے کہ دین اسلام اپنے احکام کے اعتبار سے سہولت والا دین ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ما جعل علیکم فی الدین من حرج“ (حج:۷۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں مشقت اور تعب نہیں رکھی، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”ان الدین یسر“ (بخاری،ص:۱۰) یعنی دین آسان ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”احب الدین الی اللہ الحنیفیة السمحة“ (بخاری،ص:۱۰) یعنی آسان اور توحید والی شریعت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہے۔

شریعت کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام پر کوئی عمل کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اس کے احکام میں کوئی حکم ایسا نہیں جو فی نفسہ ناقابل برداشت ہو، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ شر میں سہولت اور خیر میں دشواری ہے مگر دراصل بات یہ ہے کہ شر میں فی نفسہ سہولت نہیں ہے مگر عادت کے غلبہ سے وہ سہل ومرغوب معلوم ہوتا ہے اور خیر میں فی نفسہ دشواری نہیں ہے مگر عادت نہ ہونے سے اس میں عارضی دشواری معلوم ہوتی ہے۔

آسان ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی عمل کے کرنے میں کچھ بھی تکلیف نہ ہو اور جو چاہے کرلے۔ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ نفسانی خواہشات کے مطابق ہونا آسانی نہیں اور تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایسی تنگی نہیں ہے کہ انسان اسے برداشت نہ کرسکے، اگر بالفرض کچھ محنت اٹھانی بھی پڑتی ہے تو یہ قابل اعتراض بات تو نہیں ہے، دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کس قدر کوشش اور تکلفات سے کام لیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو مالک حقیقی ہے اس کے لئے تھوڑی سی محنت برداشت کرنا کونسا مشکل ہے کہ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے؟ ویسے تھوڑی بہت محنت تو دنیا کے ہر کام میں کرنی ہی پڑتی ہے، تعلیم حاصل کرنے، ملازمت اور تجارت وصنعت میں کیسی کیسی مختیں برداشت کرنی پڑتی ہیں مگر ان کی وجہ سے بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کام سخت ہیں اور بعض اوقات تو ماحول کے غلط اور مخالف ہونے یا ملک وشہر میں اس کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے بعض احکام مشکل نظر آتے ہیں مگر دراصل وہ مشکل ہوتے نہیں بلکہ کرنے والے کو بھاری اس لئے معلوم ہوتے ہیں کہ ماحول میں کوئی اس کا ساتھ دینے والا نہیں ہوتا، جس ملک میں روٹی کھانے اور پکانے کی عادت نہ ہو، وہاں روٹی حاصل کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہے، یہ سب سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ روٹی پکانا، کھانا بڑا سخت کام ہے۔

بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج“ (حج:۷۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا اور تم پر دین میں کوئی حرج نہیں رکھی تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ جو چاہو کرو تو اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اجتباء یعنی چن لینے کا مطلب یہ نہیں کہ اب عمل نہیں کرنا ہے بلکہ عمل بھی ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے تو اجتباء کا سامان مہیا کردیا ہے، اب عمل خود کرنا پڑے گا جیسے دعوت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ منہ میں نوالہ بھی میزبان ڈالے گا۔

نیز دین کے آسان ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ پچھلی امتوں پر جو سختیاں تھیں، وہ اس امت پر نہیں، چنانچہ یہود پر پچاس نمازیں فرض تھیں، زکوٰۃ چوتھائی حصہ نکالنا فرض تھا، نجاست لگنے پر کپڑے کو کاٹنا ضروری تھا، بھول چوک پر سزا ہوتی تھی، گناہ کے جرم میں بعض حلال چیزیں حرام ہوگئیں تھیں وغیرہ، اسی سلسلہ میں قرآن مجید میں حضورﷺ کی صفت یوں بیان کی گئی کہ ''ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم'' (انفال:) ترجمہ: اور وہ (یعنی نبی کریمﷺ) ان سے وہ بوجھ اور بیڑیاں (یعنی سختیاں) دور کرتے ہیں جو ان (یہودیوں اور امم سابقہ) پر تھیں۔

یہودیوں کی شرارت اور نافرمانی کی وجہ سے کئی طیبات ان کے لئے حرام قرار دی گئیں تھیں اور کئی خبائث (حرام) کو انہوں نے اپنے لئے حلال قرار دے دیا تھا، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم''۔

ترجمہ:..... یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی طیبات (یعنی حلال چیزوں) کو حرام قرار دیا تھا جو ان کے لئے حلال تھیں، جبکہ رسول اللہﷺ نے طیبات کی حلت کا اعلان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں وہ سختیاں نہیں ہیں جو سابقہ امتوں پر تھیں، چنانچہ انجیل میں پطرس (حواری مسیح علیہ السلام) کا قول غیر اسرائیلی مسیحیوں کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ: ''اب تم ان کی گردن پر ایسا جوا رکھ کر جس کو نہ ہمارے باپ دادا اٹھا سکتے تھے نہ ہم، خدا کو کیوں آزماتے ہو؟ (اعمال:۱۵:۱۰)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں پر کیسی سختیاں تھیں، اگرچہ انجیل کے اس قول میں مبالغہ ہے، کیونکہ وہ سختیاں ناقابل برداشت نہ تھیں، بہرحال یہ تمام سختیاں پہلے ادیان میں تھیں، مگر دین اسلام میں نہیں ہیں۔

اسلام ایک آفاقی وبین الاقوامی مذہب ہے، اس کے احکام وتصورات کی بنیاد نہ تو محض چند مشترک مادی اغراض پر ہے اور نہ ہنگامی اور عارضی حالات نے انہیں جنم دیا ہے اور نہ اس میں کسی خاص گروہ یا قوم ہی کی سیاسی برتری یا معاشی بہبود پوشیدہ ہے، بلکہ اس کے واضع اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت وساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ ہر انسان کے لئے، ہر وقت اور ہر زمانہ میں قابل عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی دی ہے تو اسے زندگی گزارنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔

دنیا میں زندگی گزارنے کے دو طریقے اور نظام چل رہے ہیں: ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے اور ایک وہ ہے جو انسان نے خود اپنے لئے طے کیا ہے یا یوں کہیئے کہ گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نظام انسانوں کو دیا ہے، وہ اسلام ہے اور دوسرے نظام مختلف ناموں سے اس دنیا میں موجود ہیں بعض تو اپنے وجود مستعار کو بھی کھو چکے ہیں اور کئی نظام ختم ہونے کو ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسلام کو انسانی مزاج وفطرت کے مطابق تشکیل دیا ہے، اسلامی نظام میں انسان کی تمام خوبیوں اور ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے، چنانچہ خطأ ونسیان پر مؤاخذہ نہ ہونا اور مشقت والے احکام مقرر نہ ہونا اس کی دلیل ہے۔

شریعت کے احکام کا جائزہ لینے سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ مختلف نظاموں میں یہ بات تو مشترک ہے کہ وہ زندگی کے ایک شعبے یا ایک شعبے کے چند مسائل پر تو بحث کرسکتے ہیں اور وقتی حل نکال سکتے ہیں مگر مجموعی طور پر کوئی بھی انسانی نظام اس قابل نہیں کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر احاطہ کرسکے اور اس کے مسائل کو بخوبی حل کرسکے۔

مسلمانوں کا ایک طبقہ جن میں مغرب زدہ دیندار طبقہ بھی ہے اس دھوکہ میں ہے کہ اسلام چند مخصوص عبادات کا نام ہے اور دنیاوی معلومات کے طے کرنے کے لئے ہمیں ایک عقلی طریقہ کار یا نظام کی ضرورت ہے، یہ وہ عام خیال ہے جس کی وجہ سے لوگ اسلام کو مسجد تک محدود رکھتے ہیں اور مسجد سے باہر اپنی عقل لڑاتے ہیں، گویا نعوذ باللہ! خدا صرف مسجد میں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اسلام پوری زندگی پر محیط تو ہے مگر چودہ سو سال پرانا ہونے کی وجہ سے اس کے تقاضے بھی بدل گئے ہیں، آج کی دنیا سائنسی دنیا ہے، لہٰذا اسلام کی عام زندگی پر من وعن عمل کرنا ممکن نہیں رہا ہے، لہٰذا اجتہاد کیا جائے اور اجتہاد کا معیار ان حضرات کی خواہش کے مطابق ہو، مگر یہ بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے کہ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق تو کردیا مگر وقت کے ساتھ بدلتی ہوئی ضرورتوں کے لئے مؤثر لائحہ عمل ترتیب دینے میں ناکام رہا، سچ یہ ہے کہ اسلام مسجد کی طرح باہر بھی ایک لائحہ عمل فراہم کرتا ہے، مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ انسان اپنی خواہش کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی خواہش کی پیروی کرے، وہ جدید سائنسی دور میں سائنسی کرشموں کو اپنا خالق نہ بنائے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بن کر اسی کو معبود برحق سمجھے۔ جو لوگ یہ شرط پوری کرنے کو تیار ہیں، اسلام انہیں کو لائحہ عمل فراہم کرتا ہے۔

اسلام کے احکام میں ایسی لچک ہے جو انہیں ہر زمانہ میں ہر ایک کے لئے قابل عمل بناتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین ہی حقوق انسانی کا بہترین مصدر ہو سکتے ہیں، مگر انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں خامی رہتی ہے، کیونکہ انسانوں کے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا ایک انسان کا وضع کردہ قانون دوسرے انسان کے مزاج

سے متصادم ہوگا، وہ اسے توڑنے کی کوشش کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون میں کوئی خامی ونقصان کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ہر انسان جو سلیم الفطرت اور عقل مند ہو وہ اسے بخوشی قبول کرے گا۔

دین اسلام کی عبادات کے سلسلہ میں غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں آسانی ہی آسانی ہے۔ ایک سلسلہ تو انعامات خداوندی کا ہے اور ایک عبادات کا ہے، انعامات تو بے شمار ہیں: ''وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا'' (ابراہیم:۳۴)

ترجمہ:.....اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے، اس رب السموات والارض کے احسانات کا کیا شمار ہے؟ جس نے پیدا ہونے سے پہلے ہی وہ تمام ضروریات مہیا فرمادیں جن پر حیات انسانی کا مدار ہے، پیدائش سے بلوغ تک کی طویل مدت احسانات کی طویل حکایت ہے، جس کے صلہ میں کوئی چیز مطلوب نہیں ہے، کوئی خدمت وعبادت متعلق نہیں ہے اور بلوغ کے بعد جو عبادات متعلق ہیں وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ان انعامات کے مقابلہ میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہمہ وقت بغیر انقطاع کے اللہ جل شانہ کا شکر بجا لایا جاتا اور عبادات کا سلسلہ قائم رہتا، لیکن جو سلسلہ عبادات ہے وہ بھی سہل وآسان ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، سب سے پہلے اسے وحدہ لاشریک ماننے کا حکم ہوا، پھر ہر وقت کی عبادت فرض کرنے کے بجائے نماز صرف پانچ وقت فرض ہے، پھر اس میں بھی اوقات نشاط کا لحاظ کیا گیا ہے، چوبیس گھنٹوں میں سے نمازوں کے اوقات کو نکالا جائے تو مشکل سے تقریباً گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ بنتا ہے۔ گویا اللہ رب العزت نے چوبیس گھنٹے عبادت فرض کرنے کے بجائے صرف گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ اپنی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے فرمایا اور باقی وقت (تقریباً ۲۳ گھنٹے) آرام، وراحت اور کاروبار کرنے کی اجازت دے دی۔

اسی طرح زکوٰۃ کا معاملہ سراسر سہولت پر مبنی ہے کہ ہر شخص پر فرض نہیں ہے، بلکہ صاحب نصاب پر فرض ہے، پھر ہر قسم کے مال پر بھی زکوٰۃ نہیں بلکہ اس مال پر ہے جو نامی اور ضرورت سے زیادہ ہو، پھر جو زکوٰۃ مقرر ہے وہ بھی صرف چالیسواں حصہ ہے۔

رمضان المبارک کے روزے ہیں، ان میں بھی آسانی ہی آسانی ہے، سال بھر میں صرف ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں پھر صرف دن میں تو روزہ ہے مگر رات کو کھانے، پینے اور جماع کی اجازت ہے۔ نیز سحری کرکے روزے کا حکم اور بیمار کے لئے افطار کی اجازت، یہ سب سہولت نہیں تو اور کیا ہے؟

حج کو لے لیں، پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے، وہ بھی صرف ان لوگوں پر جو ''صاحب مال اور اصحاب ثروت ہوں، گھر کے اخراجات کے علاوہ آمدورفت کا خرچہ اور راستہ کا امن ہو تو حج فرض ہوگا، ورنہ نہیں۔ یہ سہولت ہی تو ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کا سلسلہ تو بے شمار ہے، مگر ان کے مقابلے میں عبادات بہت کم ہیں اور پھر ان میں بھی آسانی ہی آسانی ہے۔

دین میں آسانی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ خود شریعت کا حکم مسلمان کو یہ ہے کہ وہ اعمال میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے، لہٰذا لازم ہے کہ دین کے اعمال وعبادات میں ایسی تشدیدات کو اختیار نہ کیا جائے کہ آدمی اصل عمل سے ہی رہ جائے۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ ''ان ھذا الدین متین فاوغلوا فیہ برفق'' (مسند احمد) ترجمہ:..... دین بہت مضبوط ہے، اس میں نرمی اور آہستگی سے داخل ہو۔ پھر آگے ارشاد ہے: ''فسددوا وقاربوا'' یعنی درست طریقہ اختیار کرو اور قریب قریب چلتے رہو، یعنی اگر تم اکمل پر عمل نہیں کرسکتے یا طریق اعتدال پر کلی طور پر نہیں چل پائے تو کم ازکم یہ کوشش کرو کہ اس کے قریب قریب رہو۔

☆☆.........☆☆

حج اور عمرہ کی برکت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرو، دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں، جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے، چاندی کا میل کچیل دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔'' (جامع ترمذی، سنن نسائی، معارف الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''حج اور عمرہ کے لئے جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں وہ خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے۔'' (طبرانی، معارف الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''خدا ہر روز اپنے حاجی بندوں کے لئے ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، جس میں ساٹھ رحمتیں ان کے لئے ہوتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، چالیس ان کے لئے جو وہاں نماز پڑھتے ہیں اور بیس ان لوگوں کے لئے جو صرف کعبہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔'' (بیہقی)

موجودہ ملکی صورت حال اور اس کا حل

ابن الحسین عابدی

پاکستان میں امن و آشتی کا پرندہ کیوں عنقا ہو چکا ہے؟ ساکنانِ پاکستان چین کی نیند کیوں نہیں سو سکتے؟ آئے روز بم دھماکوں سے فضا کیوں مکدر رہتی ہے؟ عوام کو تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا، سر چھپانے کے لئے سائبان اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے روٹی کیوں میسر نہیں؟ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کے لئے میں آپ کو چھ دہائیاں پیچھے سفر کرنے کی زحمت دوں گا۔

ارضِ پاک کا حصول اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کیا گیا تھا، اس کی داغ بیل قرآن و سنت پر ڈالی گئی تھی، اس کے اجزائے ترکیبی میں "لا الٰہ الا اللہ" کو اوّل درجہ حاصل تھا۔ یہ نعرہ ہندوستان کے ہر مسلمان کی زبان پر عام تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" اس نعرہ کی بازگشت گلی گلی، قریہ قریہ سنائی گئی، جس نے ہندوستان کے ہندوؤں کو لرزہ براندام کر کے رکھ دیا۔ مشرقی پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مغربی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی سے پاکستان کی پرچم کشائی کروا کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا گیا کہ یہاں شیطان کی نہیں رحمان کی چلے گی، سیکولرازم نہیں دینِ محمدی کا بول بالا ہوگا۔ آج اپنے آپ کو روشن خیال گرداننے والے بتائیں کیا آپ اپنے قائداعظم محمد علی جناح سے زیادہ روشن خیال ہیں؟ انہوں نے تو "ملاؤں" سے پرچم اول لہروا کر اپنی روشن خیالی کی تعریف متعین کر دی۔ آپ کی روشن خیالی سوائے کفار کی جی حضوری کے اور کیا ہے؟ کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں!!؟

آج یہ سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، زبان گنگ ہو جاتی ہے، حسرت و افسوس سے اک آہ نکلتی ہے، وہ ملک جس کا سنگ بنیاد خدائے عزوجل کے پاک نام پر رکھا گیا تھا۔ اسی میں شعائر اللہ کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، علماء کا خون ارزاں ہو چکا ہے، دین کے نام لیواؤں کا جینا دوبھر کیا جا رہا ہے "ملا" ایک عظیم طبقہ گالی کا روپ اختیار کر چکا ہے، داڑھی اور ٹوپی سر بازار ہنسی مذاق کا نشانہ بن رہے ہیں، مدارس دین کے قلعوں پر چڑھائی کے لئے ہر حکمران سازش کا ایک نیا جال بننے کی کوشش کرتا ہے، دین کا درد رکھنے والے عوام کو دن دھاڑے اٹھا کر نامعلوم ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے، اپنے وطن کی حالت زار دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہو جاتی ہے:

خدا کرے میرے ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

تاریخ پاکستان محبِ وطن علماء کی شہادت کی طویل فہرست سے صرفِ نظر نہیں کر سکتی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے علماء کو پاپوش سے واپسی پر گرومندر کے علاقہ میں بم دھماکہ کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا۔ جن میں چوٹی کے عالم دین مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور مفتی عبدالسمیع موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کے استاذ الحدیث مولانا عنایت اللہ، مولانا حمید الرحمٰن اور مفتی اقبال رحمہم اللہ کو جامعہ میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرنے تشریف لاتے ہوئے ڈرگ روڈ پر ریل کی پٹریوں کے نیچے صبح کے اُجالے میں چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے بھون دیا گیا۔ جامعۃ الرشید احسن آباد کے مفتی عامر اور مولانا ایاز رحمہما اللہ کو سپر ہائی وے پر اسی بربریت کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ لال مسجد کے مفتی عبداللہ اور پھر ان کے بیٹے غازی عبدالرشیدؒ اور معصوم بچیوں کو علم اسلام بلند کرنے کی پاداش میں شہادت کا فیصلہ سنایا گیا۔ جامعہ بنوریہ سائٹ ہوٹل کے سامنے بم دھماکہ میں کئی طلبا کی شہادت اور اسی طرح مختلف مدارس کے علماء و طلبا کو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں اسلام کا نام لینے کے جرم میں "جلا وطن" کیا گیا۔ ملک کے ممتاز علماء کرام کو یکے بعد دیگرے فرعون کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کا رول ادا کرنے کی سزا شہادت کی صورت میں دی گئی۔ جن میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، مولانا محمد جمیل خان شہیدؒ، مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ، مولانا حسن جان شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ، حکیم سعید شہیدؒ اور صلاح الدین شہیدؒ کے اسماء گرامی ملک کے عظیم سانحہ کے طور پر کافی ہیں۔ حال ہی میں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ ان کے صاحبزادے، دو رفقاء اور مولانا عبدالغفور ندیم کو ایک ہی دن شہید کیا گیا۔ ان کا جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ ناموس رسالتؐ کی حفاظت کرتے تھے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے گھر کی چوکیداری کرتے

تھے؟ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سر انجام دیتے تھے؟ ان گرامی قدر علماء کی شہادت انسانیت کی تذلیل ہے، اسلامی علوم کی ناقدری ہے جو معاشرہ کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتی ہے۔

اب آئیے قارئین! کالم کے آغاز میں اٹھائے گئے سوالات کے جواب کی طرف، پاکستان میں امن و آشتی کا پرندہ عنقا ہونے، ساکنان پاکستان کی نیند حرام ہونے، آئے روز بم دھماکوں سے فضا مکدر ہونے، عوام کو روٹی کپڑا اور مکان کی سہولت میسر نہ ہونے کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے "اسلامی نظام کا فقدان" ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا: اے اللہ! تو ہمیں الگ ملک عطا فرما! ہم اس میں تیری عبادت کریں گے، مساجد و مدارس کو آباد کریں گے، چہار سو تیرے نام کا ڈنکا بجائیں گے، احکامات دینیہ بجالائیں گے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کریں۔ آج ہم اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھلا چکے ہیں، اپنے عہد کا ایفا نہیں کر رہے۔ ہم اسی عہد شکنی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ میرا وجدان کہتا ہے جب تک ہم اپنے ملک میں اسلامی نظام رائج نہیں کریں گے ہم یوں ہی قعر مذلت میں پڑے رہیں گے، در بدر خاک بسر کشکول لئے غیروں سے بھیک مانگتے پھریں گے۔ جی ہاں! پاکستان کو صرف اسلامی نظام ہی مثالی مملکت بنا سکتا ہے، صرف اسلامی نظام۔

دین اسلام صرف مسجد تک محدود نہیں، مذہب، سیاست، سماج، معاشرت، تجارت غرض زندگی کے ہر شعبہ میں دین اسلام رہنمائی کرتا نظر آتا ہے۔ موجودہ زبوں حالی کا ذمہ دار ہمارا نظام حکومت ہے جو اسلام کی زریں احکامات سے کوسوں دور کھڑا نظر آتا ہے۔ احکم الحاکمین کی کتاب ہمیں بتلاتی ہے کہ ریاست خدا اور رسول کی قانونی بالادستی تسلیم کر کے اس کے حق میں حاکمیت سے دست بردار ہو جائے اور اپنے اختیار کو مختار کل کے سانچہ ہائے اختیار میں ڈال دے: "وہ کہتے ہیں، ہمارے اختیار میں بھی کچھ ہے، کہہ دو اختیار سارے کا سارا اللہ ہی کو ہے۔"

موجودہ ابتر صورت حال سے ملک کا بچہ بچہ خوف سے سہا ہوا ہے۔ پورے ملک میں انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ موجودہ صورت حال کا شرعی حل اسلامی تقاضوں کو پورا کرنے میں مضمر ہیں۔ ایک مرتبہ بھی چور، ڈاکو، قاتل، زانی، راشی اور دیگر جرائم کے مجرم کو اسلامی نظام سے ہم آہنگ فیصلوں کے مطابق قرار واقعی سزا دی جائے تو معاشرہ میں امن کی فاختائیں اڑنے لگیں گی، پورے ملک میں امن و آشتی کے پھریرے لہرانے لگیں گے، ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں گے محمود و ایاز، نہ کوئی بندہ رہے گا نہ بندہ نواز اور میرے ارض پاک پر وہ فصل گل اترے گی جسے اندیشہ ہائے زوال نہ ہوگا۔☆☆

انبیاءؑ ہیں وجہِ رحمت اور رحمت آپ ﷺ ہیں

لئیق احمد راغب، بارہ بنکوی

انبیاءؑ ہیں وجہِ رحمت اور رحمت آپؐ ہیں
آمنہ کا خواب، عیسیٰؑ کی بشارت آپؐ ہیں

سیّدِ اولادِ آدمؑ، فخرِ خلقت آپؐ ہیں
زیب دیتا ہے جسے تاجِ شفاعت آپؐ ہیں

دو جہاں کی دولتیں پاسنگ بھی جس کا نہیں
گوہرِ نایاب وہ درِّ محبت آپؐ ہیں

دستِ اقدس میں لواء الحمد ہوگا جس گھڑی
جان لیں گے سب، شفیعِ خیرِ اُمت آپؐ ہیں

چاند دو ٹکڑے ہوا تائید میں جس ذات کی
وہ امام الانبیاء شانِ رسالت آپؐ ہیں

سو گئے بستر پہ جب ہجرت کی شب حضرت علیؓ
اہلِ باطل نے یہ سمجھا محوِ راحت آپؐ ہیں

قمقمے بے سود ہیں جب ہو گیا سورج طلوع
یعنی آقا مظہرِ ختمِ نبوت آپؐ ہیں

ابن مریمؑ بھی جئیں گے بن کے تابع آپؐ کے
ایسے کروفر کے مالک ماہِ شوکت آپؐ ہیں

قبلۂ اول کی عظمت کا ہے کیا پھر پوچھنا
کر چکے نبیوں کی امامت جب امامت آپؐ ہیں

برگِ آوارہ ہے راغبؔ کیجئے نظرِ کرم
حشر کے دن پیکرِ جود و سخاوت آپؐ ہیں

بچوں کی تربیت کیسے کریں

مولانا میرزاہد مکھیالوی

یقیناً یہ ایک پیچیدہ اور اہم مسئلہ ہے، ہر ذمہ دار اور نگراں پر اپنے متعلق ماتحتوں کی تربیت کا فریضہ عائد ہوتا ہے، استاذ کے ذمہ اپنے شاگردوں کی، شیخ کے اوپر اپنے مریدین کی، والدین پر اپنی اولاد کی، ان کی نفسیات کا لحاظ رکھ کر صحیح تربیت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔'' (مشکوٰۃ،ص:۳۲۰)

ترجمہ: ''مسلمانو! تم میں سے ہر ایک حکمراں ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا۔''

بچپن میں بچے کے دل کی تختی چونکہ صاف شفاف ہوتی ہے، پھر جیسے ماحول میں بچہ کی نشو ونما ہوتی ہے، ایسے ہی اثرات اس کے دل و دماغ پر نقش ہوجاتے ہیں اور عام طور سے اسی پر اس کی آئندہ زندگی کی تعمیر ہوتی ہے، لہٰذا مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچہ کے لئے خوشگوار ماحول مہیا کریں، شریر بچوں سے الگ رکھیں، گھریلو زندگی میں بھی کوئی نامناسب بات یا غیر مہذب حرکت بچہ کے سامنے نہ کریں، حرکات وسکنات میں بھی سنجیدگی ومتانت ہو، بول چال میں پیار ومحبت اور تنبیہ میں توازن اور اعتدال قائم رہنا چاہئے، تہذیب و شائستگی کا خیال رکھے، چونکہ غیر محسوس طریقہ پر تمام چیزیں بچہ کے اندر منتقل ہوتی ہیں اور وہ جس طرح کوئی کام دیکھتا یا کوئی بات سنتا ہے، عملاً اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، بچہ کی اخلاقیات پر بھی خاص توجہ دی جائے، محبت میں اس کی عادتیں بگڑنا شروع ہوجاتی ہیں، شریعت مطہرہ نے ہر موقع پر اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

صحیح تربیت کردینا کروڑوں کی ملکیت سے بہتر ہے

میرے مربی حضرت مفتی مہربان علی شاہ بڑوتی رحمہ اللہ (جنہیں اللہ تعالیٰ نے تربیت کے باب میں خاص ملکہ دیا تھا) اپنے ایک مخصوص وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بچہ کی صحیح تربیت کردینا کروڑوں کا مالک بنادینے سے بہتر ہے۔''

مزید فرمایا کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ اولاد کے لئے پریشان ہیں (کہ کوئی اولاد نہیں) اور بہت سے لوگ اپنی اولاد سے پریشان ہے (کہ بچپن میں صحیح تربیت نہیں کی گئی، پیار پیار میں ان کو بگاڑ دیا پھر پریشان ہیں کہ کیا کریں اولاد مطیع نہیں لڑکے نے بدنام کردیا، جینا مشکل کردیا وغیرہ) نیز یہ بھی اس زمانہ کا عام مزاج بنا ہوا ہے کہ اپنا بچہ اگر کوئی غلطی کردے یا کوئی غلط بات زبان سے نکال دے یا کسی دوسرے کے ساتھ بدتمیزی کرے تو اس کے والدین یا مربی یہ کہہ کر بات ختم کردیتے ہیں کہ بچہ ہی تو ہے آہستہ آہستہ سنور جائے گا، حالانکہ بچپن کا دور ہی بگڑنے سنورنے کا ہوتا ہے، اس وقت مزاج کے اندر فساد اور بگاڑ آگیا تو پھر مستقبل کا سنورنا مشکل ہوجاتا ہے، لہٰذا بچہ کی سچی محبت اور اصلی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر موقع پر اس کی نگرانی کی جائے، نامناسب امور میں اسے فہمائش کی جائے، وہ کسی کی جانب لالچ کی نگاہ نہ ڈالے، شروع ہی سے اس کو عادی بنایا جائے کہ وہ ہر چیز کا سوال اللہ سے کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بچپن میں تعلیم فرماتے ہیں:

''اے بچے! خدا کو یاد رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد مانگ اور جان لے اس بات کو کہ اگر تمام لوگ اس بات پر اتفاق کرلیں کہ تجھ کو کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو ہرگز اس کے سوا کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر سب لوگ اس پر متفق ہوجائیں کہ تجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے۔''

(مشکوٰۃ،ص:۴۵۳)

تربیت کرنے میں کن امور کو ملحوظ رکھا جائے؟

بچپن سے ہی توحید کی بنیاد پر بچہ کی ذہن سازی کی جائے اور اس کا یقین اللہ کی ذات پر پختہ کرادیا جائے تو اس کے اثرات نمایاں محسوس ہوتے ہیں، توہمات سے اس کا دل ودماغ پاک رہتا ہے، اس کے اندر غیرت اور خودداری آجاتی ہے اور بچپن میں بنا ہوا یقین دل میں پختگی کے ساتھ جم جاتا ہے۔ میرے ایک قریبی دوست کا بچہ ہے کم سنی کے باوجود اس کی نیک خصلتیں دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے، مثلاً کوئی چیز اسے دے کر واپس لیں تو واپس کردیتا،

کھانے کی چیز اگر اس کے ہاتھ میں ہے تو پہلے دوسروں کو دے کر پھر خود کھانا، پیسے مانگنے کو منع کر دیا تو ضد نہ کرنا، رونے پر فہمائش کرنے سے چپ ہو جانا، کلمہ یا سلام جو اسے سکھایا جائے تو اسے ادا کرنا وغیرہ، یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں، لیکن حقیقت میں ان کی بنیادی حیثیت ہے اور بلاشبہ اس میں والدین کی تربیت کا دخل ہوتا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ بچہ بہر حال بچہ ہوتا ہے، اس کو ہر ہر بات میں اتنا محتاط اور حساس بنا دینا کہ وہ اپنی فطری عادتوں اور جائز شرارتوں کو بھی گناہ سمجھنے لگے اور اپنے عمل اور گفتگو سے کوئی بزرگ محسوس ہو یہ اس کے بچپن کے ساتھ زیادتی ہے، بڑے ہو کر ایسے بچوں کے جذبات پر یا تو ایک پژمردگی سی آ جاتی ہے یا بچپن کی محرومیوں کا جوانی میں تدارک کرتا ہے جو زیادہ خطرناک ہے، اس لئے اخلاق و عادات کی اصلاح کے ضمن میں اور توازن بہت ضروری ہے عموماً بچہ کی عادت پیسے مانگنے کی ہوتی ہے، اس عادت کو حد اعتدال میں رکھا جائے نہ تو یہ کہ اٹھتے بیٹھتے پیسے لینے ہی کو بچہ وظیفہ بنالے اور نہ ایسا کرے کہ بچہ احساس محرومی کا شکار ہو جائے کوئی دوست یا مہمان یا کوئی بھی آدمی کچھ چیز پیسے وغیرہ دے تو بچہ اپنے والدین کی اجازت بلکہ حکم کے بغیر نہ لے، کسی سے یونہی کوئی چیز لینے سے بھی عادت بگڑ جاتی ہے، چنانچہ آئندہ وہ شخص آ جائے تو لالچ کی نگاہ بچہ اس پر ڈالتا ہے اور امید لگائے ہوتا ہے۔ اگر وہ آدمی دستی وغیرہ نکالنے کے لئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے تو بچہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے پیسے نکال رہے ہیں۔

مربی اس کا بھی خیال رکھے کہ ہمہ وقت بچہ کو ڈانٹ ڈپٹ یا فہمائش نہ کرتا رہے کہ اس سے یقیناً وہ بجائے مانوس ہونے کے متوحش ہو جاتا ہے، بلکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من لم یرحم صغیرنا الخ ... جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں... کو ملحوظ رکھ کر انس و محبت کے ساتھ اس کی جائز ضد بھی پوری کی جائے یہ نہ ہو کہ بعض دفعہ تو دس دس روپے دے دیئے اور بعض اوقات جیب خالی ہے تو ایک روپیہ بھی نہیں دیا گیا، اس پر بچہ یقیناً ضد کرتا ہے اور پریشان ہوتا ہے، عادت چونکہ اس کی خرچ کرنے کی بن چکی ہے، اب اگر اس کے صرفہ میں تنگی ہوتی ہے تو پھر وہ ادھر ادھر غلط نظر ڈالتا ہے، اس طرح چوری وغیرہ کی غلط عادت بھی بن سکتی ہے۔

الحاصل تربیت کا مسئلہ بڑا نازک ہوتا ہے، اس کے کچھ ضابطے، قوانین یا کچھ لکیریں مقرر نہیں کہ ان کو سامنے رکھ کر تربیت کی جاتی رہے، بلکہ تربیت کے طریقے، احوال و مواقع نفسیات و جذبات اور خیالات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، جتنے بچے والدین کی زیر تربیت ہیں یا جس قدر طلبا یا مریدین استاذ و شیخ کے یہاں حلقہ بگوش ہیں ہر ایک کے مزاج و عمر کے لحاظ سے تربیت کرنا لازم ہے، سب کو ایک لکڑی سے نہ ہانکا جائے۔

محسن انسانیت، مربی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی باب تربیت میں جو تعلیمات ہیں اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی تربیت کا عملی نمونہ مربی حضرات کے لئے مشعل راہ ہیں، طریق نبویؐ کے مطابق جو تربیت کی جائے گی بلاشبہ وہ باعث خیر و برکت ہوگی اور اس کے نمایاں اثرات مشاہدہ ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ اللّٰھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا۔

☆☆......☆☆

آپ ﷺ کے ہمہ جہتی کمالات کا ادراک کون کر سکتا ہے؟

... پھر حق تعالیٰ شانہ نے پوری کائنات میں سے نبوت و رسالت اور ختم نبوت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا، آپ کا وجود مبارک مرکز ایمان و اہل ایمان ہے، قلب مبارک تجلیات الٰہیہ سے رشک شعلہ صد طور ہے، سینہ مبارک اسرار الٰہیہ کا امین اور علوم ربانیہ کا سرچشمہ ہے، علوم الاوّلین والآخرین کا بحر بے کراں آپ کی قوت قدسیہ میں ودیعت ہے، وجود مبارک کو دنیا کی آلائشوں، نفسانی خواہشوں اور بشری چاہتوں سے پاک وصاف کر دیا گیا ہے، دل و دماغ اور زبان پر عصمت کا پہرہ بٹھا دیا گیا تاکہ غبار بشریت کا کوئی شائبہ بھی دامن رسالت کو آلودہ نہ کر سکے، گوش مبارک غیب سے پیام سروش سن رہے ہیں، چشمان مبارک جنت و دوزخ، قبر و حشر وغیرہ کا مشاہدہ کر رہی ہیں، آسمان سے فرشتے نازل ہو کر مناجات کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جبریلؑ و میکائیلؑ وزیر و مشیر ہیں، ابوبکرؓ و عمرؓ مصاحب و ہمدم ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے قدسی صفات مجمع میں سیادت و قیادت کا تاج فرق اقدس پر سجایا جاتا ہے اور آپ کو امام الانبیاء کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے، کیا کسی فرد بشر کے لئے ممکن ہے کہ آپ کی علو استعداد، عبدیت و خشیت، حسن و جمال، جاہ و جلال، عزت و رفعت، طہارت و نزاہت اور آپ کے ہمہ جہتی کمالات کا ادراک کر سکے؟ کلا ورب الکعبہ...

(حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ.... تحفہ قادیانیت، ج:۳، ص:۴۰۴)

ایک اور کذاب

عبدالقدوس محمدی

کچھ عرصے سے عالمی اور ملکی سطح پر تحریک اہانت رسول بڑے زور وشور سے جاری ہے اور دشمنان اسلام مسلمانوں کے تن بدن سے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالنے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملوں کے مختلف حربے آزما رہے ہیں۔ کبھی آپؐ کے توہین آمیز خاکے شائع کیے جاتے ہیں، کبھی قادیانیوں کی پشت پناہی کی جاتی ہے، کبھی قرآن کریم جلانے کے منصوبے بنتے ہیں، کبھی کذاب ودجال لوگوں کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر اکسایا جاتا ہے، کبھی شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کی بلائیں لی جاتی ہیں اور کبھی انسداد توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کی منصوبہ بندی ہوتی ہے۔

حالیہ دنوں میں عالمی سطح پر اور پاکستان میں اندرونی طور پر اس قسم کے مختلف ہتھکنڈے بروئے کار لائے گئے۔ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کچھ دجال اور کذاب لوگوں کو سامنے لایا گیا تاکہ مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے مسئلے کے ساتھ والہانہ وابستگی اور حساسیت پر مسلسل اتنی ضربیں لگائی جائیں کہ لوگ اس قسم کی وارداتوں کے عادی اور غیرت وحمیت سے عاری ہوجائیں۔ یوسف کذاب کا قضیہ ابھی زیادہ پرانا نہیں اور اس کے خاص چیلے زید حامد کی کارستانیاں کسی سے مخفی نہیں۔ اسلام آباد میں شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والے یونس شیخ کے بارے میں بھی بہت سے لوگ جانتے ہوں گے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں بالخصوص سیماب صفت مولانا قاری عبدالوحید قاسمی نے طویل قانونی جنگ لڑ کر اس مردود کو سزائے موت کی کال کوٹھڑی تک پہنچایا، لیکن پھر راتوں رات اسے فرانس فرار کروادیا گیا۔ ابھی حال ہی میں تلہ گنگ میں ایک امریکا پلٹ شخص نے العیاذ باللہ اسی قسم کی جسارت کی، جسے تلہ گنگ کے غیور اور متحرک دوستوں نے کمال حکمت و ہمت سے ناکامی سے دوچار کردیا اور اب تازہ ترین واردات راولپنڈی میں ہوئی ہے۔ جہاں اصغر علی نامی ایک ملعون نے العیاذ باللہ نبوت کا دعویٰ کرڈالا اور ایسی ایسی گستاخیوں کا ارتکاب کیا کہ الامان والحفیظ۔

ملعون اصغر علی کی ذہنیت اور اصلیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس کے پاس سے برآمد ہونے والے تعارفی کارڈ اور خطوط میں کس قسم کی خرافات درج ہیں؟ اس کے تعارفی کارڈ (وزیٹنگ کارڈ) پر لکھا ہے:

"نیک نیت رحمت اللہ، حضرت محمد اصغر علی وعلیہ وسلم۔"

اسی طرح اس کے اپنے گستاخ ہاتھوں سے لکھے ہوئے خط میں وہ اپنے دوست منظور حسین کے نام لکھتا ہے:

"میرے پاس ایک بڑی عمدہ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی خاص خوشخبری آئے تو مسلمانوں کو جلدی جلدی پہنچادیں۔ یہ خوشخبری آپ کے لئے میری پیاری پیاری بہن، آپ کے بچوں کے لئے محمد فیاض اور اس کے بچوں کے لئے اور ہر خاص وعام کے لئے ہے۔ خوشخبری یہ ہے کہ میں انشاء اللہ جلد ہی پاکستان کا بادشاہ بننے والا ہوں اور گوجر خان میں اور گوجر خان سے لے کر روات تک جو بورڈ لگے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر لکھا ہوا ہے: "لبیک یارسول اللہ" یہ سب بورڈ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے میرے بارے میں لگے ہوئے ہیں۔ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ یہ خوشخبری سن کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے آپ کو اور آپ کے بچوں کو مسرت حاصل ہوگی۔

۱:... "آپ سب کا پیارا حاجی اور رسول اللہ محمد اصغر علی وعلیہ وسلم۔

۲:... آپ سب کا پیارا راجہ محمد اصغر رسول اللہ۔

۳:... آپ سب کا پیارا نیک نیت رحمت اللہ حضرت محمد اصغر علی علیہ وسلم۔"

اس کے بعد لکھا ہے:

۱:... "یہ خاص خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔

۲:... یہ خاص خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

۳: یہ خاص خوشخبری اللہ تعالیٰ کے خاص فرمانوں میں سے ایک فرمان ہے۔"

اس خط کے علاوہ اس بدبخت نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے نام انگریزی میں بھی ایک خط لکھا ہے، اس خط میں بھی تین سال بعد پاکستان کی بادشاہت ملنے کا تذکرہ کیا ہے۔

میرے قلم میں ملعون اصغر علی کذاب کے بکواسات وخرافات نقل کرنے کی ہمت اور جسارت تو نہیں لیکن محض یہ سوچ کر یہ جسارت کررہا ہوں تاکہ

اہل ایمان اور بالخصوص علمائے کرام کو معاملے کی نزاکت اور سنگینی کا احساس ہو۔ اس معاملے کی تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ مسلم لیگ (ن) راولپنڈی کے ایک خوش قسمت راہنما محترم جناب محمد حنیف اعوان نے اس ملعون کے خلاف دفعہ ۲۹۵-سی کے تحت مقدمہ درج کروا کر اسے اڈیالہ جیل تو پہنچا دیا لیکن ایک نئے افتاد یہ آن پڑی ہے کہ برطانوی سفارت خانہ اس کے معاملے میں کود پڑا ہے اور جیسے عموماً اس قسم کے واقعات میں ہوتا ہے کہ کوئی بھی استعماری طاقت اپنے ان لے پالک بچوں کو گود لے لیتی ہے، اسی قسم کی تاریخ دہرائے جانے کا امکان پیدا ہو گیا ہے اور برطانوی سفارت خانہ اسے پاگل اور مخبوط الحواس شخص قرار دے کر بیرون ملک فرار کروانا چاہتا ہے۔

اس معاملے میں مولانا عبدالمجید ہزاروی کی میزبانی میں جامعہ فرقانیہ گزشتہ دنوں ایک اجلاس ہوا، جس میں مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی، شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف، مولانا قاری مشتاق احمد، مولانا عبدالوحید قاسمی، مولانا نعمان حاشر، قاری محمد عبداللہ، مولانا مفتی تنویر عالم، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا خالد میر سمیت علمائے کرام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اسی سلسلے کا ایک نہایت ہی اہم اجلاس ۳۰ر ستمبر بروز جمعرات حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے ہاں انعقاد پذیر ہوا، اس اجلاس میں الحمدللہ! علمائے کرام کی ریکارڈ تعداد نے شرکت کی اور ان کے ایمان افروز جذبات و خیالات سن کر ایمان تازہ ہو گیا۔ اجلاس میں برطانیہ، امریکا اور فتنہ پروروں کے دیگر سرپرستوں کے حوالے سے شدید غم و غصہ اور نفرت و بے زاری کا اظہار کیا گیا۔ مولانا پیر عزیز الرحمن نے بنفس نفیس جن جذبات کا اظہار کیا اور جس قسم کی ایمان افروز گفتگو کی اس نے حاضرین کی ایمانی غیرت اور جذبہ عشق رسالت کو جلا بخشی۔ اس موقع پر کیے گئے فیصلوں کی روشنی میں جمعہ کے بعد لال مسجد اسلام آباد اور چوہڑ چوک راولپنڈی میں دو بڑے مظاہرے ہوئے، جمعہ کی شب مولانا مفتی مجیب الرحمن کی مسجد تقویٰ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں مولانا منظور مینگل صاحب نے اپنے مخصوص شگفتہ انداز میں خطاب فرمایا، انشاء اللہ اتوار کے دن نماز عصر کے بعد نیشنل پریس کلب اسلام آباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ بھی ہوگا اور اسی روز نماز مغرب کے بعد ایئرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس بھی ہوگی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے یہ ایمان افروز مناظر و مظاہر اپنی جگہ لیکن ہمیں اس موقع پر یہ بھی سوچنا ہوگا کہ کیا واقعتاً اس بدبخت شخص کا دماغی توازن خراب ہے یا یہ سب کچھ کسی سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے؟ حکومتی اداروں سمیت سب مل کر اس بات پر غور کریں کہ کیا وجہ ہے کہ تلہ گنگ میں امریکا پلٹ شخص ایسی جسارت کرتا ہے؟ راولپنڈی میں برطانیہ کی شہریت رکھنے والے بدبخت کو یہ نادانی سوجھتی ہے۔ یونس شیخ کو فرانس لے جایا جاتا ہے۔ سلمان رشدی برطانیہ کی گود میں بیٹھا ہے۔ گستاخ مصنفہ تسلیمہ نسرین کو مغربی ممالک ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت اسی برطانیہ کی شہ پر دنیا بھر میں ارتدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ انسداد توہین رسالت کے قانون کے خاتمے کے لئے مغربی قوتیں سرگرم عمل ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم جلانے کے منصوبے امریکا میں بنتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل آزار، توہین آمیز اور شرانگیز خاکے بنانے کی جسارت بھی یورپی ممالک میں ہوتی ہے... آخر یہ سب کیا ہے؟ یہ خطرناک کھیل کیوں کھیلا جارہا ہے؟ اس کے مقاصد اور اہداف کیا ہیں؟ اور اس کے تدارک کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے؟ یہ سب باتیں ہماری سوچنے کی ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۳؍اکتوبر ۲۰۱۰ء)

اپنی حاجتوں کا اخفاء

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کو کوئی سخت حاجت پیش آئی اور اس نے اس کو بندوں کے سامنے رکھا (اور ان سے مدد چاہی) تو اسے اس مصیبت سے مستقل نجات نہیں ملے گی اور جس آدمی نے اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا اور اس سے دعا کی تو پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی اس کی یہ حاجت ختم کردے گا یا تو جلدی ہی موت دے کر (اگر اس کی موت کا وقت مقرر آ گیا ہو) یا کچھ تاخیر سے خوشحال کر کے۔ (سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مجھے کچھ عطا فرماتے تھے تو میں عرض کرتا تھا کہ حضرت کسی ایسے آدمی کو دے دیجئے جس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہو؟ تو آپ فرماتے کہ عمر! اس کو لے لو اور اپنی ملکیت بنالو (پھر چاہو تو) صدقہ کے طور پر کسی حاجت مند کو دے دو (اور اپنا یہ اصول بنالو کہ جب کوئی مال تمہیں اس طرح ملے کہ نہ تو تم نے اس کے لئے سوال کیا اور نہ تمہارے دل میں اس کی چاہت اور طمع ہو تو (اس کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کر لے لیا کرو) اور جو اس طرح تمہارے پاس نہ آئے تو اس کی طرف توجہ بھی نہ کرو۔ (صحیحین، معارف الحدیث)

دجال کا فتنہ

حافظ محمد حذیفہ جلال پوری شہیدؒ

خدائے ذوالجلال نے دنیا کو وجود بخشا، پھر اس میں حیوان و بشر کو بسایا اور پھر بشر کو حیوان سے ممتاز کرنے کے لئے تہذیب اور علم کی دولت سے سرفراز کیا۔

دنیا کا اصول ہے کہ جس طرح کوئی انسان جب تک کسی استاذ سے کوئی کتاب نہ پڑھے کما حقہ اسے اس کتاب پر عبور حاصل نہیں ہوتا اسی طرح آسمانی کتاب بغیر نبی کے کوئی از خود نہیں سمجھ سکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بشر کی سہولت کے لئے دنیا میں جب بھی اپنی کوئی کتاب بھیجی تو اس کے استاذ یعنی پیغمبر کو سمجھانے کے لئے اس کتاب کے ساتھ ضرور بھیجا، چنانچہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ ان تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو اپنی، اپنی کتابوں سے آگاہی دی اور آنے والے فتنوں سے بھی باخبر کیا، ان میں سے ایک فتنہ دجال بھی ہے، چونکہ قرآن کریم کے آنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بطور آخری نبی مبعوث کرنے کے بعد گزشتہ تمام ادیان کو منسوخ کر کے انسانیت کو دین اسلام پر چلنے کی تلقین فرمائی گئی، قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ بھی خدائے وحدہ کی ذات عالی نے اپنے اوپر لے لیا، گزشتہ تمام کتابوں میں کافی حد تک رد و بدل کی جا چکی ہے مگر قرآن کریم ایک واحد کتاب ہے جو آسمان سے جس طرح نازل ہوئی، اسی طرح اپنی مکمل باقیات کے ساتھ آسمان پر دوبارہ جائے گی۔

قرآن کریم میں دجال کا مختصر سا تذکرہ کیا گیا مگر جس تفصیل سے آپؐ نے بتایا ہے، تمام پیغمبروں اور ان کی تحریف کردہ کتابوں میں اس کا کوئی عشر عشیر نہیں ملتا، شاید اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے آپؐ نے تمام فتنوں خصوصاً دجال کے فتنہ سے آگاہ فرمایا۔ آپؐ نے خبردار کیا کہ:

"دجال کا فتنہ آئے گا تو ایمان کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہوگا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، صرف وہی لوگ ایمان بچا سکیں گے جن پر اللہ کی رحمت ہوگی، اس وقت قیامت نزدیک ہوگی، جب آخری دور کی نشانیاں ظاہر ہوں تو اہل ایمان اللہ کی ڈوری کو مضبوطی سے تھام لیں، کیونکہ لغزش کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلے گا وہ سمجھے گا کہ میں اب بھی ایمان پر ہوں"۔

ابلیس شیطان مردود نے دجال کو اپنے ساتھ اس لئے کیا تاکہ روز قیامت امت محمدیہ کو ناکام ثابت کر کے دکھائے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"دجال کے نکلنے سے پہلے پہلے حق اور باطل کے لشکر الگ، الگ ہو جائیں گے، دنیا کی ہوس رکھنے والے دجال کو اپنا خدا تسلیم کر لیں گے۔ اور اسلام پر جان قربان کرنے والے امام مہدی کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے"۔

آج کے دور میں جان بوجھ کر ایسے ایسے فتنے پھیلائے جا رہے ہیں جن کے ذریعہ مسلمان الگ اور منافقین الگ نظر آئیں۔ حضرت عمر بن ہانی نے فرمایا کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپؐ نے فتنوں کو بیان فرمایا اور تفصیل سے بیان فرمایا، یہاں تک کہ احلاس کے فتنہ کو بیان کیا، کسی نے پوچھا: "یہ احلاس کا فتنہ کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "یہ فتنہ گھربار اور مال کے لٹ جانے کا ہوگا، پھر خوشحالی و آسودگی کا فتنہ ہوگا، اس کا دھواں ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے نکلے گا جو یہ گمان کرتا ہوگا کہ وہ مجھ میں سے ہے، حالانکہ وہ مجھ میں سے نہیں، بلاشبہ میرے اولیاء تو متقی ہیں پھر لوگ ایک نااہل شخص پر متفق ہو جائیں گے پھر تاریک فتنہ ہوگا، یہ فتنہ ایسا ہوگا کہ امت کا کوئی فرد نہ بچے گا جس کے تھپیڑے اس کو نہ لگیں، جب بھی کہا جائے گا یہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ اور لمبا ہو جائے گا، ان فتنوں میں آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، لوگ اسی حالت پر رہیں گے یہاں تک کہ دو خیموں میں بٹ جائیں گے، ایک ایمان والوں کا خیمہ جس میں نفاق بالکل نہ ہوگا اور دوسرا نفاق والوں کا خیمہ جس میں ایمان بالکل نہ ہوگا، تو جب تم لوگ اس طرح تقسیم ہو جاؤ تو بس دجال کا انتظار کرنا آج آئے یا کل آئے"۔

دجال کے خروج کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

"قال رسول اللہ ﷺ:
لایخرج الدجال حتی یذھل الناس

عن ذکرہ وحتی تترک الائمة علی المنابر"۔

ترجمہ ..... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک لوگ اس کے تذکرہ سے غافل نہ ہوجائیں یہاں تک کہ ائمہ بھی منبروں پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں"۔

آج کسی بھی مسجد میں جاکر دیکھ لیجئے، عوام الناس کی باتیں سن کر اندازہ کریں کہ آپ کی یہ حدیث کس قدر سچائی کی مظہر اور ہمارے اوپر فٹ آتی ہے، آج منبروں پر سیاست کی باتیں تو چل رہی ہیں، مگر آنے والے یقینی فتنوں کا تذکرہ کسی مسجد میں نہیں ہورہا ہے، ایک دوسرے کے مسلک کے خلاف تو بڑھ، چڑھ کر تقاریر کی جارہی ہیں، مگر موجودہ یا آنے والے فتنوں سے بچنے کی تلقین نہیں کی جارہی ہے اور ان سے تحفظ کے طریقے نہیں بتائے جارہے۔

ایک بار حضرت علیؓ نے خطبہ دیا خدا کی تعریف وثنا بیان کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، اور فرمایا: اے لوگو! مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھ کو کھو بیٹھو۔ یہ بات تین بار فرمائی، چنانچہ صعصعہ ابن صوحان العبدیؒ کھڑے ہوئے اور پوچھا: دجال کب نکلے گا؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: اے صعصعہ! اللہ نے آپ کا مقام جان لیا اور آپ کی بات سن لی، اس بارے میں مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ دجال کے خروج کی کچھ نشانیاں، اسباب اور فتنے ہیں، وہ ایک دوسرے کے نقش قدم پر چلیں گے جس نے اس کو جھوٹا کہا، وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ نامراد ہوا۔ آگاہ رہو وہ کھاتا پیتا ہوگا، بازار جاتا ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بے نیاز ہے، سو دجال کی سواری کی لمبائی پہلے ہاتھ سے لے کر چالیس ہاتھ تک ہوگی، اس کے نیچے چمکدار گدھا ہوگا، ہر کان کی لمبائی تیس گز ہوگی، اس کے ایک قدم سے دوسرے قدم کے مابین ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا فاصلہ ہوگا، اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی، وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بادل کو پکڑ لے گا، اور سورج سے پہلے آگے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ جائے گا، سمندر میں پنڈلیوں تک گھس جائے گا، اس کے آگے دھویں کا پہاڑ ہوگا اور پیچھے سبز پہاڑ ہوگا، ایسی آواز لگائے گا جس کو مشرق اور مغرب میں سنا جائے گا، میرے دوستو! میرے پاس آؤ، مجھ سے محبت کرنے والو! میرے پاس آؤ، میں وہ ہوں جس نے پیدا کیا پس برابر کیا اور جس نے اندازہ کیا، پس ہدایت دی، اور میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں (پھر حضرت علیؓ نے فرمایا) اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا، وہ تمہارا رب نہیں ہے، جان لو کہ اس کے اکثر ماننے والے یہودی اور زانیوں کی اولاد ہوں گے، جب دجال کا فتنہ مکمل طور پر ظاہر ہوجائے گا، تو اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے جامع مسجد دمشق کے شرقی مینارہ پر اتاردیں گے، جس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر کو جمع فرمائیں گے اور دجال کے خاتمہ کے لئے نکلیں گے، مسلمانوں میں سے بعض تو ایسے ہوں گے جو وہاں پہنچ کر دجال کے کئی گنا بڑے لشکر کو دیکھ کر ڈر جائیں گے اور بھاگ دوڑ ہوں گے، ان کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگی، اور بعض مسلمان دجال کے لشکر سے مل جائیں گے، اور باقی بچے کچھے مسلمان مقابلہ کرکے دجال کو اس کے لشکر سمیت جہنم واصل کریں گے۔

اے اللہ ہمیں دجال کے فتنے سے بچائیے! جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیے۔

☆☆..........☆☆

آپس میں ہدایا اور تحائف کا تبادلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تھادوا تحابوا" آپس میں ہدایا اور تحائف کا تبادلہ کرتے رہو کہ باہمی محبت بڑھے۔ (بخاری، الادب المفرد)

حدیث شریف میں ہے کہ ہدیہ ایسے شخص کا قبول کرو جو ہدیہ کا طالب نہ ہو، ورنہ باہمی رنج کی نوبت آئے گی۔ لیکن تم اپنی طرف سے کوشش کرو کہ اس کو کچھ بدلہ دیا جائے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثناء وصفت ہی بیان کرو اور لوگوں کے روبرو اس کے احسان کو ظاہر کرو اور ثناء وصفت کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے: جزاک اللہ خیرا اور جب محسن کا شکریہ ادا نہ کیا تو خدا تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی نعمت کی ناشکری بری ہے، اسی طرح ملی ہوئی چیز پر شیخی بگھارنا کہ ہمارے پاس اتنا اتنا آیا یہ بھی برا ہے۔ (مسند احمد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ باہم تحفہ تحائف دیتے رہا کرو، اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ محبت بڑھتی ہے اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو بکری کے پائے کا کوئی ٹکڑا بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے اور یہ خیال نہ کرے کہ تھوڑی چیز ہے کیا بھیجیں جو کچھ ہو بے تکلف دو اور لو۔

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی، کراچی

انگریزوں کی غلامی میں

مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا کھویا کیا پایا؟

وحید الرحمٰن السعود چترالی

اسلام کے پھل دار و سایہ دار شجر کو پیوند خاک کرنے کے لئے ہر دور میں اہل باطل نے دو طریقے اختیار کئے۔ ایک یہ کہ انہوں نے عداوت و دشمنی کے لباس میں مسلمانوں کی مخالفت اور اسلام کو مغلوب کرنے کی کوشش کی، دوسرا طریقہ یہ کہ انہوں نے دوستی و خیر خواہی کے پوشاک و لبادے میں اسلام کو ملیا میٹ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

یہ دونوں طریقے جدید وضع شدہ نہیں ہیں بلکہ محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے چلے آرہے ہیں، ان میں سے پہلے طریقے کی بجا آوری کرنے والے کفار اور دوسرے طریقے کو بروئے کار لانے والے منافقین کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

باعتبار عداوت کے، کفار کی بنسبت منافقین کی پہچان مومنین کے لئے امور شاق میں سے ہے، کیونکہ منافقین ظاہری اعتبار سے مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ اور اسلام کے نہایت حامی معلوم ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت ان کا باطن اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں بغض وعداوت سے لبریز ہوتا ہے، اس لئے بڑے بڑے دور اندیش و دانشور بھی منافقین کی ظاہری دوستی کو حقیقت پر محمول کرکے دھوکا کا شکار ہو جاتے ہیں۔

منافقین جیسے دو چہروں والا ایک شخص وہ بھی ہے جو ۱۸۶۴ء کو سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں کلرک کے طور پر بھرتی ہوا، اس شخص کا آبائی پیشہ اگرچہ زراعت تھا، لیکن موصوف کو آبائی پیشہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس کو پڑھ لکھ کر اساطین علم کے زمرے میں شامل ہونے کا بڑا شوق تھا، لیکن اس کی کند ذہنی و غباوت نے اس کو عروج کی سمت رواں دواں کرنے کے بجائے زوال کے راستہ پر گامزن کردیا، یہاں تک کہ موصوف اپنی حماقت و جہالت کے پیش نظر دائرہ انسانیت سے خارج ہوتے نظر آنے لگے۔

موصوف سے میری مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے، جس نے انگریزوں کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر ان کے پُرفتن اور حیاء سوز افکار کی ترجمانی کی، رفتہ رفتہ مرزا قادیانی نے بہانگ دہل دعویٰ نبوت جیسے جگر سوز اقدام کے ذریعے مومنین کے قلوب کو غیر مندمل ہونے والے زخم کے ساتھ مجروح کیا۔

مرزا قادیانی کا مختصر سا تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کے سامنے مرزا قادیانی کا جھوٹا چہرہ بے نقاب ہوجائے اور قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ ایسا مدعی نبوت مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں؟؟

نام: مرزا غلام احمد قادیانی، شجرہ ونسب: غلام احمد بن غلام مرتضیٰ بن عطا محمد بن گل محمد، تاریخ پیدائش: ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا، مرزا غلام احمد قادیانی کا آبائی وطن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور پنجاب ہے۔ (آئینۂ قادیانیت، ص:۲۰۹)

تعلیم: مرزا قادیانی نے قادیان ہی میں رہ کر متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، اس نے چھ سال کے بعد فضل الٰہی نام کے معلم سے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھیں تقریباً دس سال کے بعد فضل احمد نامی معلم سے علم صرف کی بعض کتابیں اور کچھ علم نحو کے قواعد پڑھے، جب مرزا سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو گل علی شاہ نامی مولوی سے نحو، منطق اور علم حکمت حاصل کیا، طبابت کی بعض کتابیں مرزا قادیانی نے اپنے والد غلام مرتضیٰ سے پڑھیں۔

(آئینہ قادیانیت، ص:۲۱۰)

مرزا قادیانی کی جوانی کی ایک جھلک

مرزا غلام احمد قادیانی جب عنفوان شباب کو پہنچے تو نادان دوستوں کی بدولت آوارہ گردی میں مبتلا ہوگیا، جس کا ایک مختصر قصہ یوں ہے:

ایک مرتبہ مرزا قادیانی کو اس کے باپ نے اپنی پنشن (اس دور کے مبلغ سات سو روپے جبکہ آٹھ آنے من گندم، ایک آنہ سیر گوشت اور ایک آدھ سیر گھی تھا) وصول کرنے کے لئے بھیجا تو مرزا امام الدین جیسے پرلے درجے کا بے دین مرزا غلام احمد قادیانی کے پیچھے لگ گیا، جب مرزا قادیانی نے پنشن وصول کرلی تو امام الدین مرزا کو بہلا پھسلا کر اور دھوکا دے کر قادیان لانے کے بجائے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا، جب اس نے سارے پیسے اڑا کر ختم کردیئے تو مرزا امام الدین مرزا قادیانی کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا، مرزا قادیانی شرم کے مارے قادیان آنے کے بجائے سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی گمراہی کی ابتداً

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران مرزا غلام

احمد قادیانی نے یورپین مشنریوں اور بعض انگریز افسروں سے پینگیں بڑھانی شروع کیں اور مذہبی بحث کی آڑ میں عیسائی پادریوں سے طویل خفیہ ملاقاتیں کیں اور انہیں اپنی حمایت وتعاون کا پورا یقین دلایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مرزا قادیانی نے سیالکوٹ کچہری کی ملازمت ترک کرکے قادیان میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور تصانیف وتالیف میں مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے عیسائیوں، ہندوؤں اور آریوں سے کچھ نامکمل مناظرے کرتے رہے۔

۱۸۸۰ء میں مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب کی تصنیف شروع کی۔ جس میں اکثر مضامین اگرچہ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب انگریزوں کی مکمل اطاعت، جہاد کی حرمت کے اعلان اور مرزا قادیانی کے بعض جھوٹے الہامات پر مشتمل تھی۔

دعاوی مرزا قادیانی

۱۸۸۰ء سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف جھوٹے دعوؤں کا سلسلہ شروع کیا۔ جن میں سے چند اہم دعاوی یہ ہیں:

(۱) ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ،
(۲) مجدد ہونے کا دعویٰ،
(۳) مسیح موعود ہونے کا دعویٰ،
(۴) امام زمان ہونے کا دعویٰ،
(۵) مستقل صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ،
(۶) نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ وغیرہ۔

(آئینہ قادیانیت، ص:۲۱۰ تا ۲۱۲)

انکشاف حقیقت

کتاب اللہ کی متعدد آیات، سنت رسول کی بے شمار احادیث اور اجماع امت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔“ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: ”اور لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔“

(ابوداؤد، ص:۱۲۷، ج:۲، ترمذی، ص:۴۵، ج:۲)

ترجمہ: ”میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپؐ کے بعد روز قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، کیونکہ آپ کی بعثت کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے، لیکن آپ کی وفات کے بعد بعض ازلی بدبختوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، ان میں ایک بدبخت مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے، جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرکے بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا، اور ان کو واصل جہنم کرنے کا سبب بنا۔ اگر بالفرض والمحال ہم یہ بات تسلیم کرلیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبی آنے کی گنجائش ہے تو تب بھی اس عہدے ومنصب کے اہل وحقدار سب سے پہلے صدیق اکبرؓ ہوتے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل صدیق اکبرؓ ہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ واقعۂ معراج کے معاملے میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی وجہ سے آپؓ صدیق اکبر کی صفت کے ساتھ متصف ہوئے، جو کہ آپ کی فضیلت کے دلائل میں سے ہے۔ اس کے بعد منصب نبوت کے حقدار سیدنا فاروق اعظمؓ ہوتے، جس نے عناصر اربعہ (آگ، پانی، ہوا اور مٹی یعنی زمین) پر عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرکے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کیا۔ حق اور باطل کے مابین سچے اور عادلانہ فیصلے کی وجہ سے فاروق اعظمؓ جیسے عظیم نام سے مشہور ہوئے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لو کان بعدی نبی لکان عمر۔“ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، ۹/۶۸)

ترجمہ: ”اگر میرے بعد نبی آنے کی گنجائش ہوتی تو حضرت عمرؓ اس کے اہل تھے کہ وہ نبی ہوتے۔“

اس کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کے حقدار ہوتے، جس نے اپنا تمام مال ودولت احیائے دین اور اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کیا، آپؓ وہی شخص ہیں جس کو ذوالنورینؓ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس منصب کے حقدار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہوتے۔ جس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کفار اور کفار کے سرداروں کی گردنیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اڑا کر شیر خدا کا لقب حاصل کیا۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرامؓ اس منصب کے حقدار ہوتے کیونکہ وہ ایک ہی آسمان کے ستارے ہیں، ایک ہی چمن کے پھول ہیں اور ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔

حالانکہ ان حضرات میں سے نہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ اپنے آپ کو نبی سمجھا، بلکہ اپنی زندگی کے تمام لمحات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں قربان کردیے، چہ جائے کہ اس منصب کے حقدار زنادقہ کے سردار، مرتدین کے سرغنہ مرزا غلام احمد قادیانی ہوں۔

یاد رہے کہ ایسی امت جس میں صدیق اکبرؓ جیسے مخلص وبردبار، فاروق اعظمؓ جیسے عادل وباکردار، عثمان غنیؓ جیسے سخی وحیادار اور علی المرتضیٰ جیسے بہادر و

جرار کے نبی ہونے کی اجازت و گنجائش نہیں وہ امت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے جھوٹے دعوے کو کیسے تسلیم کرے اور کیوں کرے؟

درجہ بالا وضاحت پر طائرانہ نظر بھی ڈالنے کے بعد ہر صاحب عقل سلیم بلا جھجک اور ہچکچاہٹ کے یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے انگریزوں کے افکار و نظریات کی تشہیر اور غلامی میں ایمان کھویا اور کفر پایا۔

چونکہ ہمارا ایمان ختم نبوت کے اقرار اور تسلیم کے بغیر کامل نہیں ہوتا، اس لئے یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم تحفظ ختم نبوت کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے تن، من اور دھن کی بازی لگائیں اور اس مشن کے لئے جب بھی قربانی کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کریں۔ ☆☆

زبان کی نگہداشت

مولانا سید بلال حسنی ندوی

اعضائے انسانی میں زبان کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے دل و دماغ کی ترجمان ہے انسان اس کے ذریعہ سے اپنے جذبات کا اظہار کرسکتا ہے اپنی فکر پیش کرسکتا ہے اور دوسروں کو اپنے خیالات و احساسات میں شریک کرسکتا ہے۔

کچھ لوگ ہلکے پیٹ کے ہوتے ہیں ان کے دماغ میں جو بات بھی آتی ہے اس کو زبان پر لے آتے ہیں اور اس طرح گویا اس پر مہر تصدیق ثبت کردیتے ہیں کسی سے کوئی تکلیف پہنچی فوراً برا بھلا کہہ دیا کسی کے بارے میں کچھ سنا فوراً تبصرہ کردیا لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جو دانشمند طبقہ سے تعلق رکھتی ہے یہ لوگ سوچ بچار والے ہوتے ہیں تول تول کر بولتے ہیں اور سوچ سمجھ کر زبان کھولتے ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد فرمایا:

> ”بندہ کبھی اللہ کی خوشنودی کی ایسی بات زبان سے نکالتا ہے کہ اس کو زیادہ دھیان بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمادیتے ہیں اور کبھی اللہ کی ناراضگی کی ایسی بات کہتا ہے کہ اس کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا اس کو اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے۔“

یہ حدیث ہمیں غور و فکر دیتی ہے امام غزالی لکھتے ہیں کہ انسان کو زبان کے استعمال سے پہلے بڑے غور و فکر کی ضرورت ہے انسان اس سلسلہ میں اپنے نفس سے دھوکہ کھاتا ہے انسان غیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس پر احقاق حق کا پردہ ڈال دیتا ہے سنی سنائی باتیں زبان سے نکالتا ہے اور بہتان کا مرتکب ہوتا ہے کسی پر بے جا تبصرہ کردیتا ہے اور بدگمانی کرنے والا شمار ہوتا ہے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں پہنچ گیا اس نے اپنے لئے ہلاکت کا کیسا سامان کرلیا۔

کہتے ہیں کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا وار بڑا کاری ہوتا ہے وہ آسانی سے مندمل نہیں ہوتا کسی کا دل دکھانا اس کو تکلیف پہنچانا اسلام میں بدترین گناہ ہے اور زبان سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ کسی دوسری چیز سے نہیں پہنچتی عام طور پر اس کو ہلکا سمجھا جاتا ہے اور توجہ نہیں کی جاتی۔

گفتگو کے دوران نرم لہجہ اختیار کرنے کی بھی ہم کو تلقین کی گئی ہے تاکہ مخاطب کو دلجمعی حاصل ہوسکے اور وہ خوش ہو اور اسلام میں کسی کو خوش کرنا بڑی نیکیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

زبان کی نگہداشت کی اچھی شکل یہ ہے کہ آدمی بقدر ضرورت اس کا استعمال کرے بسیار کلامی اور بے ضرورت بولنے سے آدمی نقصان اٹھاتا ہے اور اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

غیبت بدگمانی بہتان طرازی گالی گلوچ فحش گوئی چغل خوری زبان کے بڑے گناہ شمار کئے جاتے ہیں لیکن آج عام طور پر ہم اس میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس کی بڑی وجہ بے فکری اور بسیار کلامی ہے بغیر سوچے سمجھے جب زبان کا استعمال کیا جائے گا تو اس سے بڑے بگاڑ کا اندیشہ ہے۔

معاشرہ کی پستی اور اس کے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ بدزبانی ہے بعض مرتبہ آدمی زبان سے ایک غلطی کرتا ہے تو اس کو عملی اعتبار سے دس غلطیاں کرنی پڑتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بات ارشاد فرمائی:

> ”اے ایمان والو زبان سے جچی تلی بات نکالو اللہ (اس کے عوض) تمہارے اعمال کو درست فرمادے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے ایک حدیث میں فرمایا: ”منہ اور شرمگاہ کا خاص خیال رکھو کہ اس کا استعمال غلط نہ ہونے پائے۔“ قربان جایئے اس مبارک فرمان پر آج پوری دنیا کے بگاڑ کا محور یہی دو چیزیں ہیں زبان کا آزادانہ استعمال اور جنسی بے راہ روی اور فحاشی۔

مسلمانوں کی دہری ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے منتخب و پسندیدہ دین کے علمبردار اور آخری نبی کی امت ہیں ان کو یہ کام کرنا ہے زبان کے بے جا اور بے ضرورت استعمال اور اخلاقی انارکی کے نتیجہ میں جو برائیوں کا ایک سیلاب بلاخیز امڈ رہا ہے اس پر اخلاقی بلندی اور زبان کے صحیح استعمال کا پشتہ قائم کرنا ہے تاکہ انسانیت کو ڈوبنے سے بچایا جاسکے اور یہ کام صرف اور صرف وہی امت کرسکتی ہے جس کو خیر امت کا لقب ملا اور جس کے ہاتھ میں نبوت کا پیغام اور اس کی روشنی ہے۔ ☆☆

بُرے لوگوں کی دوستی

خسارے کا باعث

الشیخ عبداللہ البرنی المدنی

تمام تعریفیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہیں' جو ہم سب کا خالق اور مالک ہے اور درود وسلام ہو اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو انسانیت کو اندھیروں سے نکالنے کے لئے تشریف لائے۔

اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بُرے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں' ذکر اللہ سے فکر آخرت سے غافل ہیں' جن کا مشغلہ وقت جیسی قیمتی شے کو ضائع کرنا اور ایسے اعمال میں مشغول ہونا ہے جو قیامت کے دن حسرت و ندامت اور عذاب کا سبب بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے اعمال سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا یا ان کے ساتھ بغیر کسی مجبوری کے اٹھنا' بیٹھنا بڑے خسارے کی بات ہے' کیونکہ یہ لوگ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو بھی برائی کی طرف بلاتے ہیں اور گناہوں کی دعوت دیتے ہیں' برے لوگوں کی دوستی اور ہم نشینی کے بعض نقصانات کا تذکرہ ہم ذیل میں کر رہے ہیں:

پہلا نقصان یہ ہے کہ بُرا آدمی دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتا ہے' جس کی وجہ سے دین کی عظمت ختم ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض مرتبہ اس کے ساتھ بیٹھنے والا صحیح عقیدہ سے منحرف ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''اور جس روز ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش! میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ عالی اختیار کرلیتا' کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا' بے شک اس نے مجھے ذکر سے (یعنی حق کے راستے سے) ہٹادیا اس کے بعد کہ حق کا پیغام مجھے پہنچ چکا تھا اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے۔'' (سورۃ فرقان:۲۷تا۲۹)

شیطان نے تو انسان کی آخرت کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھان رکھی ہے اور اس کے پیروکار بھی راہ حق سے ہٹانے اور بہکانے میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

دوسرا نقصان یہ ہے کہ بُرے لوگ خود تو گناہوں میں لت پت رہتے ہی ہیں' اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی گناہوں کی دعوت دیتے ہیں' کیونکہ ان کو وہی آدمی پسند ہوتا ہے جو ان کی طرح اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو وہ نیک و پرہیزگار آدمی کو گناہوں کی گندگی میں مبتلا کرکے خوش ہوتے ہیں۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ انسان جن لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے ان کے اخلاق و عادات کا اثر اس کی شخصیت پر ضرور پڑتا ہے۔

چنانچہ حدیث نبویؐ ہے:

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے' پس تم خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو کہ کس سے دوستی کر رہے ہو۔'' (ترمذی)

چوتھا نقصان یہ ہے کہ ان جیسے گناہگاروں کو دیکھ کر گناہوں کا خیال آتا ہے' انسان گناہوں سے غافل ہوتا ہے اور ان بُرے لوگوں کو دیکھ کر گناہ یاد آجاتے ہیں اور معصیت کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

پانچواں نقصان یہ ہے کہ ایک بُرے آدمی سے دوستی کروگے تو وہ تمہیں اپنے جیسے دس بُرے لوگوں سے ملوائے گا جو شاید اس سے بھی زیادہ گمراہ اور دین سے بیزار ہوں گے۔

چھٹا نقصان یہ ہے کہ بُرا آدمی تمہیں غلطیوں پر ٹوکنے کے بجائے تمہاری حوصلہ افزائی کرے گا اور اس طرح گناہوں کی محبت دل میں جڑ پکڑ لے گی۔

ساتواں نقصان یہ ہے کہ ایسے لوگ بڑے مطلبی اور مفاد پرست ہوتے ہیں' اگر کبھی تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی تو ہرگز تمہاری مدد نہ کریں گے بلکہ جب تک تم سے اپنا فائدہ دیکھیں گے تو دوستی رکھیں گے اور اپنا مفاد ختم ہوتے ہی تم سے بے تعلق ہوجائیں گے۔

آٹھواں نقصان یہ ہے کہ ان کی مجلسیں غیبت' بہتان اور گالی گلوچ سے خالی نہیں ہوتیں' جب کہ ذکر اللہ اور درود شریف سے بالکل خالی ہوتی ہیں' ایسی مجالس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور وہاں سے ذکر اللہ کے بغیر کھڑے ہوگئے تو گویا وہ مردار گدھے کے پاس سے اٹھے اور یہ مجلس ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن حسرت کا سبب ہوگی۔''

(رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا فرماں بردار بنالے اور صالحین کی رفاقت دونوں جہانوں میں نصیب فرمائے۔ (آمین)

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (الحدیث)

دینی مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلبا کے لئے سنہری موقع

ہفت روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کورس

بمقام: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

بتاریخ: ۱۳ تا ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ بمطابق 20 تا 26 نومبر 2010ء

بوقت: دوپہر ایک بجے تا نماز عصر

مناظرین اسلام، ماہرین فن، مذہبی اسکالرز اور دانشور حضرات لیکچرز دیں گے

زیر صدارت: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب
نگران شعبہ تخصص فی الحدیث علامہ بنوری ٹاؤن

مناظر اسلام، استاذ العلماء، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

زیر سرپرستی: جانشین حضرت جلال پوری شہیدؒ حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب
مدیر معاون ماہنامہ بینات کراچی

حضرت مولانا زبیر اشرف عثمانی صاحب
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب
مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا زر محمد صاحب
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

حضرت مولانا توصیف احمد صاحب
مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

حضرت مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ صاحب
نگران حلقہ ملیر مجلس تحفظ ختم نبوت

اہل اسلام کے تمام طبقہ ہائے زندگی سے منسلک احباب سے خصوصی شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی فون: 021-32780337 021-32780340 0300-9899402

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

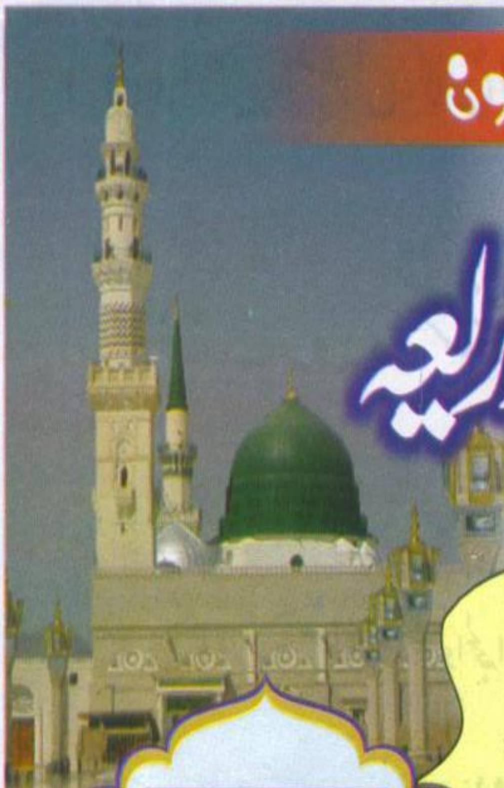

شفاعتِ نبی ﷺ اکرم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

کو دیجیے

اپیل کنندگان

قائم مقام امیرِ مرکزیہ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

ولی کامل، مخدوم العلماء، شیخ الحدیث

مولانا عبدالمجید لدھیانوی

ناظمِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486
اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان
جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 021-32780337 فیکس: 021-32780340
اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔